بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقام ودفاع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم

افادات

شیخ الطریقت متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

رابطہ: مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ، 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا

فون نمبرز: 048-3881487, 0321-6353540, 0335-7500510

ای میل: markazhanfi@gmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقام و دفاع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم

صحابہ کرام واہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق تین اہم باتیں ذکر کی جائیں گی:

1۔ صحابی کی تعریف

2۔ صحابہ کرام واہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں اہل السنت والجماعت کے عقائد

3۔ منکرینِ صحابہ کرام کے صحابہ کرام پر اعتراضات اور ان کے جوابات

1۔ صحابی کی تعریف:

حافظ ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (ت852ھ) لکھتے ہیں:

مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤْمِنًا بِهٖ وَمَاتَ عَلَى الْإِسْلَامِ.

نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر لابن حجر العسقلانی: ص133

ترجمہ: جس نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کی حالت میں ملاقات کی ہو اور ایمان کی حالت میں ہی اس کی وفات ہوئی ہو۔

اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایمان لانے کے ارادے سے آئے تو بھی صحابی ہے اور اگر ایمان لانے کا قصد لے کر نہ آئے لیکن محفل میں آکر ایمان قبول کر لے تو وہ بھی صحابی ہے۔ اسی طرح لقاء کے لیے زیادہ وقت درکار نہیں بلکہ ایمان کے ساتھ ایک لمحہ کے لیے بھی صحبت میسر ہو جائے تب بھی صحابی ہے۔

2۔ صحابہ کرام واہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں اھل السنت والجماعت کے عقائد:

اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ہر صحابی مومن ہے، عادل ہے، معیار حق ہے، حجت ہے، تنقید سے بالاتر ہے، محفوظ عن الخطاء ہے، جب جمع ہو جائیں تو اجماعِ صحابہ نبی کی طرح معصوم ہے، ان میں ہر ایک کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

1۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خدائی انتخاب ہیں:

مقام صحابیت محض اللہ کی طرف سے عطا کردہ ایک عظیم الشان منصب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جیسے نبوت ورسالت کے لیے انبیاء و رسل علیہم السلام کا انتخاب فرمایا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو بھی خود منتخب فرمایا۔ رضی اللہ عنہم

علامہ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی رحمہ اللہ (ت807ھ) لکھتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى قَالَ: هُمْ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اصْطَفَاهُمُ اللهُ لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

مجمع الزوائد للہیثمی: ج7 ص199 رقم الحدیث 11249

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ان لوگوں پر سلامتی ہو جنہیں اللہ نے منتخب فرمایا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مصداق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے منتخب فرمایا ہے۔

امام ابو داؤد سلیمان بن داؤد بن الجارود الطیالسی رحمہ اللہ (ت204ھ) روایت کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ نَظَرَ فِي قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَاخْتَارَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَهٗ بِرِسَالَاتِهٖ وَانْتَخَبَهٗ

بِعِلْمِهِ ثُمَّ نَظَرَ فِي قُلُوبِ النَّاسِ بَعْدَهُ فَاخْتَارَ لَهُ أَصْحَابَهُ فَجَعَلَهُمْ أَنْصَارَ دِينِهِ وَوُزَرَاءَ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

مسند ابی داوٗد الطیالسی: ج1 ص130 رقم الحدیث 243

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالی نے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو ان میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب کیا، آپ کو اپنی رسالت کے ساتھ مبعوث کیا اور آپ کو اپنے علم کے ساتھ منتخب کیا۔ پھر اس کے بعد لوگوں کے دلوں کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اصحاب کو منتخب فرمایا، ان کو دین کے معاملے میں آپ کا مددگار اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو وزیر بنایا۔

2۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مومن ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پکے سچے مومن ہیں۔ قرآن کریم میں جہاں جہاں بھی اللہ پاک نے اہل ایمان کی صفات بیان فرمائی ہیں ان کا سب سے پہلا مصداق حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ

سورۃ الانفال: 4

ترجمہ: یہی حقیقی مؤمن ہیں۔ ان کے لیے اپنے رب کے ہاں بڑے درجات، مغفرت اور بہترین رزق موجود ہے۔

3۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عادل ہونے کا معنی یہ ہے کہ ان میں شریعت کے متعلق گواہی دینے کی اہلیت موجود ہے اور ان کی بات کو سچی گواہی کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ دین اسلام کا مدار انہی کی روایات، مرویات اور شہادات پر ہے اور ان کی روایات و شہادات کا انحصار ان کی ذات کے عادل ہونے پر ہے۔

امام حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر الاندلسی المالکی رحمہ اللہ (ت 463ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الصَّحَابَةَ كُلُّهُمْ عُدُولٌ مَرْضِيُّونَ وَهٰذَا أَمْرٌ مُجْتَمَعٌ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ.

الاستذکار لابن عبد البر: ج3 ص301 باب ماجاء فی الصیام فی السفر

ترجمہ: صحابہ سب کے سب عادل ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور یہ ایسی حقیقت ہے جس پر محدثین کا اجماع ہے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی المالکی رحمہ اللہ (ت 671ھ) لکھتے ہیں:

فَالصَّحَابَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ كُلُّهُمْ عُدُولٌ، أَوْلِيَاءُ اللّٰهِ تَعَالَى وَأَصْفِيَاؤُهُ، وَخِيَرَتُهُ مِنْ خَلْقِهِ بَعْدَ أَنْبِيَائِهِ وَرُسُلِهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ. هٰذَا مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَالَّذِي عَلَيْهِ الْجَمَاعَةُ مِنْ أَئِمَّةِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ.

الجامع لاحکام القرآن: ج2 ص2863 تحت قولہ تعالیٰ "مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ"، سورۃ الفتح: 29

ترجمہ: تمام صحابہ رضی اللہ عنہ عادل ہیں، اللہ تعالیٰ کے محبوب اور منتخب ہستیاں ہیں، انبیاء و رسل علیہم السلام کے بعد امت کی بہترین شخصیات ہیں۔ یہی اھل السنۃ کا مذہب ہے اور اسی پر امت کے اہل علم کی جماعت متفق ہے۔

4۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محفوظ ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے محفوظ ہونے کا معنی یہ ہے کہ اگر ان میں سے کسی سے بشری تقاضوں کے مطابق کبھی کوئی گناہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان کے ذمے میں وہ گناہ باقی نہیں رہنے دیتے یعنی دنیا میں اس گناہ سے معافی عطا فرما دیتے ہیں اور اس گناہ کی وجہ سے ملنے والے اُخروی عذاب سے ان کو محفوظ فرما لیتے ہیں۔

وَ لَقَدۡ صَدَقَکُمُ اللّٰہُ وَعۡدَہٗۤ اِذۡ تَحُسُّوۡنَہُمۡ بِاِذۡنِہٖ ۚ حَتّٰۤی اِذَا فَشِلۡتُمۡ وَ تَنَازَعۡتُمۡ فِی الۡاَمۡرِ وَ عَصَیۡتُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَاۤ اَرٰىکُمۡ مَّا تُحِبُّوۡنَ ؕ مِنۡکُمۡ مَّنۡ یُّرِیۡدُ الدُّنۡیَا وَ مِنۡکُمۡ مَّنۡ یُّرِیۡدُ الۡاٰخِرَۃَ ۚ ثُمَّ صَرَفَکُمۡ عَنۡہُمۡ لِیَبۡتَلِیَکُمۡ ۚ وَ لَقَدۡ عَفَا عَنۡکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ ذُوۡ فَضۡلٍ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ

سورۃ آل عمران:152

ترجمہ: اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا جب تم اللہ کے حکم سے ان (کافروں) کو قتل کرنے لگے یہاں تک کہ جب تم بے ہمت ہو گئے اور ایک معاملے میں (مورچے پر ٹھہرنے اور نہ ٹھہرنے کے بارے) آپس میں جھگڑا بھی کیا اور تم اس بارے پیغمبر کے حکم کی خلاف ورزی کر بیٹھے۔ اس کے بعد اللہ نے تمہیں وہ چیز (میدانِ جنگ میں فتح، دشمن پر غلبہ اور اس سے حاصل ہونے والا مالِ غنیمت) دکھادی جو تم پسند کرتے تھے۔ تم میں سے کچھ ایسے ہیں جو دنیا (کے اسباب یعنی مال غنیمت) کا ارادہ کرتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو آخرت (کے ثواب) کا ارادہ کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں آزمائش میں ڈالنے کے لیے ان سے پھیر دیا (یعنی کچھ وقت کے لیے اپنی مدد موقوف کر دی) پکی بات ہے کہ اللہ نے تمہیں معاف فرمادیاہے اور وہ اہل ایمان پر فضل فرمانے والا ہے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد الحاکم النیشابوری الشافعی رحمہ اللہ (ت405ھ) نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے فرمان " وَ ابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡہِ الۡوَسِیۡلَۃَ " (سورۃ المائدۃ:35) کے بارے میں یہ بات بیان کی ہے:

لَقَدْ عَلِمَ الْمَحْفُوظُونَ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ ابْنَ أُمِّ عَبْدٍ مِنْ أَقْرَبِهِمْ إِلَى اللّٰهِ وَسِيلَةً "

المستدرک علی الصحیحین: ج3 ص37 کتاب التفسیر تحت سورۃ المائدۃ

ترجمہ: بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے محفوظ صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ بات جان لی ہے کہ ابن ام عبد اللہ (یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچنے کا قریب ترین ذریعہ ہیں۔

5۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیارِ حق ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معیارِ حق ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس شخص کا ایمان اور عمل قبول ہوتا ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ایمان اور عمل کے عین مطابق ہو۔ اور اگر کسی کا ایمان اور عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ایمان و عمل کے مطابق نہیں ہو گا تو وہ اللہ کے ہاں قبول بھی نہیں ہو گا۔ نہ تو وہ شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں "مومن" کہلائے جانے کا مستحق ہے اور نہ "نیک" کہلائے جانے کا حق دار۔

فَاِنۡ اٰمَنُوۡا بِمِثۡلِ مَاۤ اٰمَنۡتُمۡ بِہٖ فَقَدِ اہۡتَدَوۡا

سورۃ البقرۃ:137

ترجمہ: اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لائیں جس طرح آپ ایمان لائے ہیں تو یہ لوگ ہدایت یاب ہو جائیں گے۔

وَ السّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ مِنَ الۡمُہٰجِرِیۡنَ وَ الۡاَنۡصَارِ وَ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡہُمۡ بِاِحۡسَانٍ ۙ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ

سورۃ التوبۃ:100

ترجمہ: اور مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ پہلے ایمان لائے، اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اس سے راضی ہیں۔

6۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تنقید سے بالاتر ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تنقید سے بالاتر ہونے کا معنی یہ ہے کہ ان کے کسی قول و فعل پر ایسا تبصرہ کرنا جس سے ان کی شخصیت

مجروح ہوتی ہو یا ان کی شان میں کمی ہوتی ہو؛ حرام ہے۔ تنقید کی دو ممکنہ صورتیں بن سکتی ہیں:

1: ایمان پر تنقید

2: اعمال پر تنقید

یہ دونوں ممنوع ہیں۔ اگر تنقید ایمان وعقیدہ کی وجہ سے ہو یعنی عقیدہ خراب ہو تو صحابی صحابی نہیں رہتا اور اگر تنقید عمل کی وجہ سے ہو تو صحابی عمل کی وجہ سے صحابی بنتا ہی نہیں ہے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی المالکی رحمہ اللہ (ت 671ھ) لکھتے ہیں:

وَقَدْ ذَهَبَتْ شِرْذِمَةٌ لَا مُبَالَاةَ بِهِمْ إِلَى أَنَّ حَالَ الصَّحَابَةِ كَحَالِ غَيْرِهِمْ. فَيَلْزَمُ الْبَحْثُ عَنْ عَدَالَتِهِمْ. وَمِنْهُمْ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ حَالِهِمْ فِي بُدَاءَةِ الْأَمْرِ فَقَالَ: إِنَّهُمْ كَانُوا عَلَى الْعَدَالَةِ إِذْ ذَاكَ. ثُمَّ تَغَيَّرَتْ بِهِمُ الْأَحْوَالُ فَظَهَرَتْ فِيهِمُ الْحُرُوبُ وَسَفْكُ الدِّمَاءِ فَلَا بُدَّ مِنَ الْبَحْثِ. وَهٰذَا مَرْدُودٌ.

الجامع لاحکام القرآن: ج2 ص2863 "مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ"، سورۃ الفتح: 29

ترجمہ: بعض لوگ جو کسی شمار وقطار میں نہیں، کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معاملہ باقی لوگوں کی طرح ہے اس لیے صحابہ کی عدالت کے متعلق بحث کی جائے گی۔ چنانچہ ان لوگوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ابتدائی احوال کے پیش نظر یہ کہا ہے کہ اس وقت صحابہ عادل تھے لیکن بعد میں جب ان کے احوال میں تبدیلی آئی اور آپس میں جنگیں ہوئیں اور (دونوں اطراف میں) شہادتیں واقع ہوئیں تو (اس وقت) ان کے احوال سے بحث کرنا ضروری ہے۔ (امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں) ان لوگوں کی یہ بات مردود ہے۔

7۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنتی ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب جنتی ہیں۔ ایک لمحے کے لیے بھی جہنم میں نہیں جائیں گے۔ ان تک تو جہنم کا دھواں بھی نہیں پہنچ سکتا، قیامت والے دن سیدھے جنت میں جائیں گے۔

وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

سورۃ التوبۃ: 100

ترجمہ: اور مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ پہلے ایمان لائے، اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اس سے راضی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ یہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

8۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امت کا افضل ترین طبقہ ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا طبقہ امت کا سب سے بہترین اور افضل ترین طبقہ ہے۔ ان جیسے باکمال اور بے مثال لوگ نہ ان سے پہلے کسی امت میں پیدا ہوئے نہ ہی ان کے بعد قیامت تک پیدا ہوں گے۔

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب ابی حفص عمر بن کثیر دمشقی شافعی رحمہ اللہ (ت 774ھ) لکھتے ہیں:

وَلَهُمُ الْفَضْلُ وَالسَّبْقُ وَالْكَمَالُ الَّذِي لَا يَلْحَقُهُمْ فِيهِ أَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ. رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَأَرْضَاهُمْ.

تفسیر القرآن الکریم لابن کثیر: ج5 ص642 "مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ"، سورۃ الفتح: 29

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وہ فضیلت، بلندی مقام اور کمال حاصل ہے جو امت میں کسی کو بھی حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام سے

راضی ہو اور ان کو راضی فرمائے۔

9۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع معصوم ہے:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اگرچہ فرداً فرداً مومن، عادل، حجت، معیارِ حق، تنقید سے بالاتر اور گناہوں سے محفوظ ہیں لیکن جب کسی بات پر متفق ہو جائیں یعنی ان کا اجماع ہو جائے تو وہ اجماع؛ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی طرح معصوم ہوتا ہے۔

محقق علی الاطلاق علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید الحنفی المعروف ابن الہمام رحمہ اللہ (ت 861ھ) لکھتے ہیں:

وَقَدْ تَقَرَّرَ فِي عِلْمِ الْأُصُولِ أَنَّ إجْمَاعَ الْأُمَّةِ سِيَّمَا إجْمَاعُ الصَّحَابَةِ دَلِيلٌ قَطْعِيٌّ يَكْفُرُ جَاحِدُهُ.

فتح القدیر لابن الہمام: ج10 ص116 کتاب الاشربۃ

ترجمہ: علم اصول میں یہ بات طے شدہ ہے کہ امت کا اجماع خاص طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع دلیل قطعی ہے، ان کا منکر کافر ہے۔

10۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سب وشتم حرام ہے:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نامناسب الفاظ سے یاد کرنا، برا بھلا کہنا، سَبّ وشتم کرنا، گالم گلوچ کرنا اور لعن طعن کرنا حرام ہے اور خدا تعالیٰ کی ناراضی کا باعث ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہے۔

امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ البیہقی رحمہ اللہ (ت 458ھ) روایت کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " اللهَ اللهَ فِي أَصْحَابِي لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِي، مَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ.

شعب الایمان للبیہقی: ج2 ص191 رقم الحدیث 1511

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی سے میرے صحابہ کے بارے میں ڈرو۔ ان کو میرے بعد طعن وتشنیع کا نشانہ نہ بنانا۔ جو شخص صحابہ کرام سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرتا ہے اور جو شخص ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے۔

امام ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد الخطیب البغدادی رحمہ اللہ (ت 463ھ) روایت کرتے ہیں:

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِذَا ظَهَرَتِ الْفِتَنُ أَوْ قَالَ: الْبِدَعُ وَسُبَّ أَصْحَابِي فَلْيُظْهِرِ الْعَالِمُ عِلْمَهُ فَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللهُ لَهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا "

الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع: ج2 ص118 املاء مناقب الصحابۃ ومناقبہم

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب فتنے یا بدعات ظاہر ہوں اور میرے اصحاب کو گالی دی جائے تو پھر عالم کو اپنا علم ظاہر کرنا چاہیے۔ جو شخص اس طرح نہ کرے تو اس پر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کے نہ فرض کو قبول کریں گے اور نہ نفل کو۔

11۔ حبِ صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم:

صحابہ کرام اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ محبت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کی علامت ہے اور صحابہ کرام اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین دونوں سے بغض یا ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ محبت اور دوسرے کے ساتھ بغض، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض کی علامت اور گمراہی ہے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "آيَةُ الْإِيمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ وَآيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْأَنْصَارِ."

صحیح البخاری: رقم الحدیث 3784

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار صحابہ سے محبت کرنا ایمان کی نشانی ہے اور انصار صحابہ سے بغض رکھنا منافقت کی نشانی ہے۔

12۔ مقام صحابہ رضی اللہ عنہم:

انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد انسانوں میں سب سے اعلیٰ ترین درجہ اور مقام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ہے اور ان میں بھی باہمی مقام ومرتبہ کی ترتیب درج ذیل ہے:

1: خلفائے راشدین علی ترتیب الخلافۃ۔

2: عشرہ مبشرہ۔

3: اصحاب بدر۔

4: اصحاب بیعت رضوان۔

5: شرکائے فتح مکہ

6: وہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین جو فتح مکہ کے بعد اسلام لائے۔

13۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُخروی عذاب سے محفوظ ہیں:

کسی ایک صحابی کو بھی اُخروی عذاب نہیں ہو گا، جس شخص کو ایمان کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہو گئی اس پر جہنم کی آگ حرام ہے۔

حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (ت852ھ) نے علامہ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی القرطبی الظاہری رحمہ اللہ (ت456ھ) کے حوالے سے لکھا ہے:

وَقَالَ أَبُوْ مُحَمَّدِ بْنِ حَزْمٍ: الصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَطْعاً. قَالَ اللهُ تَعَالىٰ: " لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللهُ الْحُسْنٰى " قَالَ تَعَالىٰ: " اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ " فَثَبَتَ أَنَّ الْجَمِيْعَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ. وَأَنَّهُ لَا يَدْخُلُ أَحَدٌ مِنْهُمُ النَّارَ. لِأَنَّهُمُ الْمُخَاطَبُوْنَ بِالْآيَةِ السَّابِقَةِ.

الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج1 ص10

ترجمہ: امام ابو محمد ابن حزم فرماتے ہیں: تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یقینی طور پر جنتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”تم لوگوں میں سے جنہوں نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا وہ ان لوگوں سے درجے میں زیادہ ہیں جنہوں نے (فتح مکہ کے) بعد خرچ کیا اور جہاد کیا (لیکن) اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ ہر ایک سے کر رکھا ہے“ اللہ تعالیٰ کا مزید ارشاد ہے: ”جن لوگوں کے لیے ہماری جانب سے بھلائی کا وعدہ کیا جا چکا ہے وہ اس (جہنم) سے دور رکھے جائیں گے“ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنتی ہیں اور کوئی صحابی بھی جہنم میں داخل نہیں ہو گا کیونکہ ماقبل والی آیت " وَ كُلًّا وَّعَدَ اللهُ الْحُسْنٰى " کے مخاطب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی ہیں۔

14۔ اعدائے صحابہ سے براءت:

جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ایمان، عدالت، حجیت اور حفاظت کا منکر ہو یا صحابہ پہ طعن و تشنیع کرتا ہو ہم اس سے اعلان

براءت کرتے ہیں۔ ہمارا اس بندے سے کوئی تعلق نہیں۔ اللہ پاک دنیا اور آخرت میں ہمیں ایسے لوگوں سے الگ رکھیں۔

☼ امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی رحمہ اللہ (ت 321ھ) لکھتے ہیں:

وَنُحِبُّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نُفْرِطُ فِيْ حُبِّ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَلَا نَتَبَرَّأُ مِنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنُبْغِضُ مَنْ يُبْغِضُهُمْ وَبِغَيْرِ الْخَيْرِ يَذْكُرُهُمْ وَلَا نَذْكُرُهُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ وَنَرَىٰ حُبَّهُمْ دِيْنًا وَإِيْمَانًا وَإِحْسَانًا وَبُغْضَهُمْ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَطُغْيَانًا.

العقیدۃ الطحاویۃ مع الشرح لتتکلم الاسلام: ص146

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے محبت کرتے ہیں البتہ کسی کی محبت میں غلو کرتے ہیں نہ کسی سے براءت کرتے ہیں۔ ہم ایسے شخص سے بغض رکھتے ہیں جو ان سے بغض رکھے اور برائی سے ان کا تذکرہ کرے۔ ہم جب بھی صحابہ کا تذکرہ کریں گے تو خیر ہی سے کریں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کو دین، ایمان اور احسان سمجھتے ہیں اور ان سے نفرت کرنے کو کفر، منافقت اور سرکشی سمجھتے ہیں۔

3۔ منکرینِ صحابہ کرام کے اعتراضات اور ان کے جوابات:

کتب احادیث کی وہ روایات جن سے منکرین صحابہ کرام حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم پر اعتراضات کرتے ہیں وہ ذیل میں تفصیل کے ساتھ پیش کی جاتی ہیں:

حدیثِ قرطاس پر شبہات کا علمی جائزہ

حدیث قرطاس صحیح بخاری میں چھ مقامات پر موجود ہے، اولا حدیث مع الترجمہ کے نقل کی جاتی ہے، پھر اس حدیث پر ہونے والے شبہات کو جوابات کے ساتھ ذکر کیا جائے گا۔

پہلی روایت:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَوْمُ الْخَمِيسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللهِ وَجَعُه فَقَالَ ائْتُونِي أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَه أَبَدًا فَتَنَازَعُوا وَلَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوا مَا شَأْنُه أَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوه فَذَهبُوا يَرُدُّونَ عَلَيْه فَقَالَ دَعُونِي فَالَّذِي أَنَا فِيه خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونِي إِلَيْه وَأَوْصَهمْ بِثَلَاثٍ قَالَ أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهمْ وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ أَوْ قَالَ فَنَسِيتُهَا.

صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب مَرَضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَفَاتِه، رقم الحدیث: 4431

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بتایا کہ جمعرات! اور جمعرات کا دن کیا ہے؟ اس روز رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری شدت اختیار کر گئی تھی۔ آپ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لکھنے کی چیزیں لا کر دو تاکہ میں تمہیں ایسی تحریر لکھ دوں کہ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو سکو۔ کچھ لوگ جھگڑنے لگے، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جھگڑنا مناسب نہ تھا۔ بعض حضرات کہنے لگے کیا حضور ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دوبارہ پوچھ لو۔ انہوں نے دوبارہ جا کر دریافت کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس بات کو رہنے دو۔ میں جس حالت میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی جانب تم بلا رہے ہو، اور آپ نے انہیں تین باتوں کی وصیت فرمائی، مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دینا۔ سفیروں کے ساتھ اسی طرح حسن سلوک کرنا جیسے میں کرتا تھا۔ تیسری وصیت سے وہ خاموش ہو گئے یا فرمایا کہ میں بھول گیا۔

دوسری روایت:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهمَا قَالَ لَمَّا حُضِرَ رَسُولُ اللهِ وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فَقَالَ النَّبِيُّ هلُمُّوا أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا

بَعْدَہ فَقَالَ بَعْضُھُمْ إِنَّ رَسُولَ اللهِ قَدْ غَلَبَہ الْوَجَعُ وَعِنْدَ كُمُ الْقُرْآنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ فَاخْتَلَفَ أَھْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوا فَمِنْھُمْ مَنْ يَقُولُ قَرِّبُوا يَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَہ وَمِنْھُمْ مَنْ يَقُولُ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالِاخْتِلَافَ قَالَ رَسُولُ اللهِ قُومُوا قَالَ عُبَيْدُ اللهِ فَكَانَ يَقُولُ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللهِ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَھُمْ ذَلِكَ الْكِتَابَ لِاخْتِلَافِھِمْ وَلَغَطِھِمْ۔

صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب مَرَضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ وَوَفَاتِہ، رقم الحدیث:4432

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ کے گھر میں کافی لوگ جمع تھے۔ اس وقت نبی کریم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری نزدیک آجاؤ۔ میں تمہیں ایک تحریر لکھ دیتا ہوں تاکہ میرے بعد تم گمراہی سے بچے رہو۔ بعض حضرات کہنے لگے کہ رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم شدتِ مرض کے باعث ایسا فرما رہے ہیں۔ جبکہ قرآن کریم تمہارے پاس موجود ہے، تو ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے۔ پس اہل بیت نے اس خیال سے اختلاف کیا اور جھگڑنے لگے۔ بعض حضرات کہنے لگے کہ نزدیک جاکر تحریر لکھوالی جائے تاکہ ہم بعد میں گمراہی سے بچے رہیں، اور بعض حضرات نے کچھ اور رائے پیش کی۔ جب یہ اختلاف بڑھ گیا تو رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہاں سے اُٹھ جاؤ۔ عبید اللہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس فرمایا کرتے کہ یہ کتنی بڑی مصیبت آپڑی تھی کہ بعض حضرات اختلاف اور بیکار گفتگو کر کے رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جس تحریر کو لکھنے کے لئے آپ فرماتے تھے، اس کے درمیان حائل ہو گئے۔

اعتراضات

ان روایات کے پیش نظر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حجت و معیار نہ ماننے والوں نے صحابہ کرام پر تین طرح کے اعتراضات کیے ہیں، ذیل میں تینوں اعتراضات مع جوابات ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض نمبر 1:

گستاخان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خلافت علی المرتضی رضی اللہ عنہ لکھوانا چاہتے تھے مگر صحابہ کرام خصوصا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ تحریر نہ لکھنی دی۔ تو صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہیں مانی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے اور اس تحریر نہ لکھوانے سے مسلمانوں کا بہت بڑا نقصان بھی ہوا ہے۔

جواب نمبر 1:

اگر اس بات کو صحیح تسلیم کر لیا جائے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خلافت علی المرتضی رضی اللہ عنہ لکھوانا چاہتے تھے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے حضور کی نافرمانی کرتے ہوئے وہ تحریر نہیں لکھنی دی تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے ناکام تشریف لے گئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیئس برس کی محنت سے جو جماعت تیار فرمائی وہ آپ کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں۔ تو اس میں صحابہ کرام کو آڑ بنا کر حقیقت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی جارہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناکام ہو گئے جبکہ ہمارا ایمان ہے کہ دنیا کے کامیاب ترین انسان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

جواب نمبر 2:

ادلہ شرعیہ میں پہلا نمبر قرآن کریم کا ہے، اگر کوئی حدیث مبارک ایسی ہو جس کا مضمون بظاہر قرآن کریم کے خلاف ہو تو اس میں تطبیق کی کوشش کرنی چاہئے یعنی ایسا معنی اور مطلب بیان کرنا چاہئے کہ قرآن کی آیت پر بھی ایمان رہے اور حدیث مبارک پر بھی اور اگر تطبیق

ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں قرآن کریم کی آیت کو لیا جاتا ہے اور حدیث کو متروک سمجھا جاتا ہے۔

امام نظام الدین شاشی رحمہ اللہ ت 325ھ لکھتے ہیں:

فإن قابله خبر الواحد أو القياس فإن أمكن الجمع بينهما بدون تغيير فى حكم الخاص يعمل بهما وإلا يعمل بالكتاب ويترك ما يقابله

اصول الشاشی بحث الخاص والعام

ترجمہ: اگر کتاب اللہ کی آیت کے مقابلہ میں خبر واحد یا قیاس آجائے تو اگر کتاب اللہ کی آیت کا مفہوم بدلے بغیر تطبیق ممکن ہو تو آیت وحدیث دونوں پر عمل کریں گے اور اگر تطبیق ممکن نہ ہو تو آیت پہ عمل کیا جائے گا اور خبر واحد کو چھوڑ دیا جائے گا۔

مضمون قرآن:

قرآن کریم کی نص قطعی یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر دین کی تبلیغ فرض ہے اور لوگوں کی وجہ سے تبلیغ کو چھوڑنا جائز نہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ ‌ؕ وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَـتَهٗ‌ ؕ وَاللّٰهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡكٰفِرِيۡنَ

سورۃ المائدہ: آیت 67

ترجمہ: اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا اسے آپ لوگوں تک پہنچا دیجئے، اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کا پیغام پہنچانے کا حق ادا نہیں کیا، اور اللہ پاک لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائیں گے، بے شک اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتے۔

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعۡضَ مَا يُوۡحٰۤى اِلَيۡكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدۡرُكَ اَنۡ يَّقُوۡلُوۡا لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡهِ كَنۡزٌ اَوۡ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ‌ ؕ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ نَذِيۡرٌ‌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ وَّكِيۡلٌ

سورۃ ھود: آیت 12

ترجمہ: اے پیغمبر کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ آپ لوگوں کی باتیں سن کر ان احکام میں سے بعض احکام کو چھوڑ دیں جو آپ کے پاس وحی کے ذریعہ بھیجے جاتے ہیں اور اس بات سے آپ کا دل تنگ ہو رہا ہے کہ وہ یوں کہہ رہے ہیں کہ اس پر کوئی خزانہ کیوں نازل نہیں کیا گیا یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کا اختیار رکھنے والا ہے۔

ان نصوص سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی چیز چھپائی نہیں ہے، دین سے متعلق کسی ضرور چیز کو لوگوں کی وجہ سے ترک نہیں فرمایا۔

اگر یہ بات تسلیم کرلی جائے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ضروری بات لکھوانا چاہتے تھے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ڈر اور خوف کی وجہ سے نہیں لکھوائی تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ پاک کا پیغام نہیں پہنچا سکے حالانکہ یہ مطلب اوپر ذکر کی گئی آیات قرآنیہ کے خلاف ہے۔

اس لئے ضروری ہے کہ اس حدیث کا ایسا مفہوم بیان کیا جائے جو قرآن کریم کے مطابق ہو قرآن کریم کے مخالف نہ ہو۔

جواب نمبر 3:

یہ اعتراض ہی خلاف حقیقت ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو کاغذ قلم لانے کا حکم دیا اس لئے کہ یہ حکم اہل بیت، بالخصوص حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو دیا تھا۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ قلم لانے کا حکم ہی مجھے دیا تھا میں اس عذر کی وجہ سے نہ

لایا کہ کہیں کاغذ قلم لانے کے دوران رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال نہ ہو جائے۔اس لئے عرض کیا حضور آپ فرمادیں میں لکھنے کی بجائے یاد کرلیتاہوں۔

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ آتِيَهُ بِطَبَقٍ يَكْتُبُ فِيهِ مَا لَا تَضِلُّ أُمَّتُهُ مِنْ بَعْدِهِ قَالَ فَخَشِيتُ أَنْ تَفُوتَنِي نَفْسُهُ قَالَ قُلْتُ إِنِّي أَحْفَظُ وَأَعِي قَالَ أُوصِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ

مسند احمد، رقم الحدیث:655

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک کاغذ لانے کا حکم دیا تا کہ آپ اس میں ایسی ہدایات لکھ دیں جن کی موجودگی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت گمراہ نہ ہوسکے، مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں کاغذ لینے کے لئے جاؤں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پرواز کر جائے، اس لئے میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ مجھے زبانی بتادیجئے، میں اسے یاد رکھوں گا، فرمایا میں نماز اور زکوٰۃ کی وصیت کرتاہوں نیز غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتاہوں۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں اہل بیت کا لفظ ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا حُضِرَ رَسُولُ اللهِ وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فَقَالَ النَّبِيُّ هلُمُّوا أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ رَسُولَ اللهِ قَدْ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْآنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوا فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ قَرِّبُوا يَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالِاخْتِلَافَ قَالَ رَسُولُ اللهِ قُومُوا قَالَ عُبَيْدُ اللهِ فَكَانَ يَقُولُ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللهِ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذَلِكَ الْكِتَابَ لِاخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ.

صحیح بخاری، رقم الحدیث:4169

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ کے گھر میں کافی لوگ جمع تھے۔اس وقت نبی کریم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری نزدیک آجاؤ۔ میں تمہیں ایک تحریر لکھ دیتاہوں تاکہ میرے بعد تم گمراہی سے بچے رہو۔ بعض حضرات کہنے لگے کہ رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم شدتِ مرض کے باعث ایسا فرمارہے ہیں۔ جبکہ قرآن کریم تمہارے پاس موجود ہے، تو ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے۔ پس اہل بیت نے اس خیال سے اختلاف کیا اور جھگڑنے لگے۔ بعض حضرات کہنے لگے کہ نزدیک جاکر تحریر لکھوالی جائے تاکہ ہم بعد میں گمراہی سے بچے رہیں، اور بعض حضرات نے کچھ اور رائے پیش کی۔ جب یہ اختلاف بڑھ گیا تو رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہاں سے اُٹھ جاؤ۔ عبید اللہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس فرمایا کرتے کہ یہ کتنی بڑی مصیبت آپڑی تھی کہ بعض حضرات اختلاف اور بیکار گفتگو کرکے رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جس تحریر کو لکھنے کے لئے آپ فرماتے تھے، اس کے درمیان حائل ہوگئے۔

اس حدیث مبارک میں لفظ "فاختلف اھلُ البیت وَاخْتَصَمُوا" دلیل ہیں کہ یہ حکم ہی اہل بیت کو تھا تبھی تو وہ اختلاف کررہے ہیں اگر انہیں حکم نہ ہوتا تو اختلاف کیوں کرتے؟

جب حکم ہی اہل بیت کو اور بالخصوص حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو تھا اور انہوں نے کاغذ قلم نہیں دیا اور نہ دینے کا عذر اور وجہ بھی بتادی تو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بالخصوص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیوں؟

جواب نمبر4:

اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ضروری تحریر یا خلافت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ لکھوانا چاہتے تھے تو یہ واقعہ جمعرات کے دن

پیش آیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پیر والے دن ہے، اس واقعہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار دن تک دنیا میں حیات رہے ہیں اور اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو افاقہ بھی نصیب ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز بھی پڑھائی اور نماز کے بعد خطبہ بھی دیا۔ تو اگر یہ وصیت نامہ لکھوانا ضروری اور لازمی ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار دنوں میں کسی وقت ضرور یہ لکھوا لیتے۔

جواب نمبر 5:

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرمارہے ہیں:

"دَعُونِي فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونِي إِلَيْهِ"

صحیح البخاری، رقم الحدیث:4168

اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ قلم مانگا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے شدت مرض کی وجہ سے ازراہ محبت نہ دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہو گئی، جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین دوبارہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں بات کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "دعونی فالذی انا فیہ خیر" یعنی تمہارا جواب سننے کے بعد ترک کتابت کا جو میں نے ارادہ کر لیا ہے وہ بہتر ہے۔

جواب نمبر 6:

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کیا لکھوانا چاہتے تھے ؟ اس بارے دوسری حدیث مبارک میں صراحتاً موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلافت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ لکھوانا چاہتے تھے۔

لَقَدْ هَمَمْتُ أَوْ أَرَدْتُ أَنْ أُرْسِلَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَابْنِهِ وَأَعْهَدَ أَنْ يَقُولَ الْقَائِلُونَ أَوْ يَتَمَنَّى الْمُتَمَنُّونَ ثُمَّ قُلْتُ يَأْبَى اللهُ وَيَدْفَعُ الْمُؤْمِنُونَ أَوْ يَدْفَعُ اللهُ وَيَأْبَى الْمُؤْمِنُونَ.

صحیح البخاري، بَاب قَوْلِ الْمَرِيضِ إِنِّي وَجِعٌ أَوْ وَارَأْسَاهْ أَوْ اشْتَدَّ بِي الْوَجَعُ, الرقم:5666

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے فیصلہ کیا یا میں نے ارادہ کیا کہ ابو بکر اور ان کے صاحبزادے کو بلاوں اور ان سے عہدِ خلافت لوں ورنہ کہنے والے جو چاہیں گے کہیں گے اور خواہش کرنے والے خواہش کریں گے۔ پھر میں نے کہا (کہ اس کی ضرورت نہیں کیونکہ) اللہ تعالیٰ اس کے خلاف نہیں چاہتا اور مسلمان اس کی مخالفت کو ہٹادیں گے یا اللہ مخالف کو ہٹادے گا اور مسلمان کسی دوسرے کو قبول نہیں کریں گے۔

جواب نمبر 7:

اس واقعہ کی وجہ سے روافض کو تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر اعتراض کا حق ہی نہیں ہے اس لئے کہ ان کے نظریہ کے مطابق تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غدیر خم کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا واضح اعلان وفیصلہ فرما چکے تھے تو یہاں دوبارہ خلافت علی المرتضی لکھوانے کا کیا مطلب ہے ؟

علامہ تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن تیمیہ الحرانی الحنبلی (ت 728ھ) فرماتے ہیں:

وَمَنْ تَوَهَّمَ أَنَّ هٰذَا الْكِتَابَ كَانَ بِخِلَافَةِ عَلِيٍّ فَهُوَ ضَالٌّ بِاتِّفَاقِ (عَامَّةِ النَّاسِ) عُلَمَاءِ السُّنَّةِ وَالشِّيعَةِ، أَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ فَمُتَّفِقُونَ عَلَى تَفْضِيلِ أَبِي بَكْرٍ وَتَقْدِيمِهِ. وَأَمَّا الشِّيعَةُ الْقَائِلُونَ بِأَنَّ عَلِيًّا كَانَ هُوَ الْمُسْتَحِقَّ لِلْإِمَامَةِ، فَيَقُولُونَ: إِنَّهُ قَدْ نَصَّ عَلَى إِمَامَتِهِ قَبْلَ ذٰلِكَ نَصًّا جَلِيًّا ظَاهِرًا مَعْرُوفًا، وَحِينَئِذٍ فَلَمْ يَكُنْ يَحْتَاجُ إِلَى كِتَابٍ.

منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریۃ: جلد 3، صفحہ: 135

ترجمہ: اگر کوئی سمجھتاہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خلافت علی المرتضی رضی اللہ عنہ لکھوانا چاہتے تھے، تو ایسا شخص علماءِ اھل السنت والجماعت اور علماءِ اہل تشیع کے ہاں گمراہ ہے۔ ایسا شخص اھل السنت والجماعت کے ہاں تو اس لئے گمراہ ہے کہ اھل السنت والجماعت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور خلافت بلافصل پر متفق ہیں اور اہل تشیع کے ہاں اس لئے گمراہ ہے کہ اہل تشیع کا نظریہ ہے کہ سیّدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ ہی خلافت وامامت کے مستحق تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ قرطاس سے پہلے صراحتاً خلافت علی کا اعلان فرمادیا تھا جس صراحت ونص کے ہوتے ہوئے کسی تحریر کی ضرورت ہی نہ تھی۔

آپ رحمہ اللہ بطور الزام مزید فرماتے ہیں:

ولا فی شیْءٍ مِنَ الْحَدِيثِ الْمَعْرُوفِ عِنْدَ أَهْلِ النَّقْلِ أَنَّهُ جَعَلَ عَلِيًّا خَلِيفَةً. كَمَا فِي الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ مَا يَدُلُّ عَلَى خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ. ثُمَّ يَدَّعُونَ مَعَ هٰذَا أَنَّهُ كَانَ قَدْ نَصَّ عَلَى خِلَافَةِ عَلِيٍّ نَصًّا جَلِيًّا قَاطِعًا لِلْعُذْرِ، فَإِنْ كَانَ قَدْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ أَغْنَى عَنِ الْكِتَابِ، وَإِنْ كَانَ الَّذِينَ سَمِعُوا ذٰلِكَ لَا يُطِيعُونَهُ فَهُمْ أَيْضًا لَا يُطِيعُونَ الْكِتَابَ.

منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریۃ: 6/318

ترجمہ: "کسی مشہور حدیث مبارک میں یہ بات موجود نہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرمادیا تھا، جب کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صحیح احادیث مبارکہ موجود ہیں۔ پھر شیعہ حضرات کا تو دعوی یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل پر نص قطعی قائم کر چکے تھے، اگر ایسا ہی تھا تو لکھنے کی ضرورت کیا تھی؟ جو لوگ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر نہیں مان رہے تو وہ لکھا ہوا بھی نہ مانتے۔

دوسرا اعتراض:

لفظ "ہجر" کے معنی ہوتے ہیں "الٹی سیدھی باتیں کرنا" چنانچہ امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس حدیث مبارک میں ایک نازیبا کلمہ کہا ہے۔

جواب

حدیث مبارک میں لفظ "أهجَرَ" موجود ہے جو "هجر، يهجر، هجر" سے مشتق ہیں اور یہ لفظ لغت، قرآن کریم اور حدیث مبارک میں چھوڑنے، جدائی اور علیحدگی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

لغت:

1. مشہور لغوی علامہ ابو الفضل محمد بن مکرّم افریقی ت 711ھ لکھتے ہیں:

الهَجْرُ ضد الوصل هَجَرَه يَهْجُرُه هَجْراً وهِجْراناً صَرَمَه

لسان العرب مادہ ھجر

ترجمہ: لفظ ھجر وصل کی ضد ہے {وصل کا معنی ملانا تو ھجر کا معنی علیحدہ ہونا} ھجر کا معنی چھوڑنا۔

2. مشہور لغوی امام محمد مرتضی الزبیدی ت 1205ھ لکھتے ہیں:

(هجر) هَجَرَه يَهْجُره هَجْراً، بالفتح، وهِجْراناً، بالكسر: صَرَمَه وَقَطَعه. والهَجْرُ ضِدُّ الوَصْل. هَجَرَ الشيءَ يَهْجُره هَجْراً: تَرَكَه وأَغْفَله وأَعْرَض عنه

تاج العروس من جواهر القاموس مادہ هجر

ترجمہ: هَجَرَ يَهْجُرُ هَجْرًا۔ ہا کے فتح اور کسرہ کے ساتھ ہے بمعنی چھوڑنا، علیحدہ کرنا۔ لفظ هجر وصل کی ضد ہے {وصل کا معنی ملانا تو هجر کا معنی علیحدہ ہونا} هجرہ کا معنی چھوڑنا، یھجرہ کا معنی فلاں نے اسے چھوڑ دیا، اسے غافل کر دیا اور اس سے اعراض کیا۔

قرآن کریم:

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ ﴿۳۴﴾

النساء:32

ترجمہ: اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو تو (پہلے) انہیں سمجھاؤ، اور (اگر اس سے کام نہ چلے تو) ان کے بستر الگ کر دو (اور اس سے بھی اصلاح نہ ہو تو) انہیں مار سکتے ہو۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾

الفرقان:30

ترجمہ: اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہیں گے کہ: یارب! میری قوم اس قرآن کو بالکل چھوڑ بیٹھی تھی۔

وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلًا ﴿۱۰﴾

المزمل:10

ترجمہ: اور جو باتیں یہ (کافر لوگ) کہتے ہیں ان پر صبر سے کام لو، اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے کنارہ کرلو۔

ترجمہ: اور گندگی سے کنارہ کرلو۔

حدیث:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ -صلى الله عليه وسلم- : « لاَ تَحَاسَدُوا وَلاَ تَقَاطَعُوا وَلاَ تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا وَلاَ يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلاَثٍ »

السنن الکبری: رقم الحدیث:15170

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ آپس میں حسد نہ کرو، آپس میں قطع تعلق نہ کرو، پیٹھ پیچھے برائی نہ کرو اور اللہ کے بندو آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے۔

الحاصل: لغت، آیات کریمہ اور حدیث مبارک میں "هجر" کا معنی "چھوڑنا" ہے نہ کہ فضول گفتگو۔ لہذا حدیث قرطاس میں بھی جدائی کے معنی ہوں گے۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنی یا دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کہ رہے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جدا ہو رہے ہیں۔

تیسرا اعتراض:

منکرین حدیث کی جانب سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے کہا: حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ (کتاب اللہ ہمارے لیے کافی ہے) جس کا مطلب یہ ہوا کہ سنت رسول کی ہم کو ضرورت نہیں، تو یہ انکار حدیث ہے۔

جواب نمبر1:

کیاحَسۡبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ یہ قرآن کریم کی آیت ہے ؟ جب حدیث تمہارے نزدیک حجت ہی نہیں ہے تو اس حدیث سے انکار حدیث پر استدلال کیسے کیاجاسکتاہے؟

فائدہ: مجھے ایک آدمی نے کہا کہ حدیث حجت نہیں ہے، اس لیے کہ حدیث میں ہے:لا تکتبوا عنی غیر القرآن کہ قرآن کے علاوہ کچھ بھی نہ لکھو۔تو میں نے کہا کہ یہ کون سے پارے کی آیت ہے؟ وہ کہنے لگا کہ یہ حدیث ہے، تو میں نے کہا کہ آپ کے بقول حدیث تو حجت ہی نہیں ہے تو اس سے استدلال کیوں کرتے ہو؟

جواب نمبر2:

حَسۡبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں قرآن کریم کافی ہے اور قرآن کریم ہی میں حجیت حدیث کو مفصل بیان کیا گیاہے، قرآن کریم کو ماننا بنتاہی تب ہے جب حدیث شریف کو مانا جائے۔

جواب نمبر3:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حدیث اور سنت کو حجت سمجھتے تھے، اس پر دلیل ملاحظہ ہو:

عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَطَبَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَذَكَرَ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ أَبَا بَكْرٍ ....ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أُشْهِدُكَ عَلَى أُمَرَاءِ الْأَمْصَارِ وَإِنِّي إِنَّمَا بَعَثْتُهُمْ عَلَيْهِمْ لِيَعْدِلُوا عَلَيْهِمْ وَلِيُعَلِّمُوا النَّاسَ دِينَهُمْ **وَسُنَّةَ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**

صحیح مسلم، حدیث نمبر:1258

ترجمہ: حضرت معدان بن طلحہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن اپنے خطبہ میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا۔.......پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ اے اللہ تو اس پر گواہ رہنا کہ جن کو میں نے شہروں کا گورنر بنایاہے اور میں نے انہیں اسی لئے بھیجاہے کہ وہ ان پر انصاف کریں اور ان لوگوں کو دین کی باتیں سکھائیں اور **ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سکھائیں۔**

واقعہ قرطاس پر شبہات کے ازالہ کے لیے درج ذیل کتب کا مطالعہ مفید ہے

1۔ منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریۃ از علامہ تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ الحرانی الحنبلی رحمہ اللہ (ت728ھ)

2۔ قصہ قرطاس کا کفر شکن فیصلہ از امام اہل السنت حضرت مولانا عبد الشکور لکھنوی رحمہ اللہ (1381ھ)

3۔ ارشاد الشیعہ از مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ (ت1430ھ)

4۔ تحفہ امامیہ از حضرت مولانا حافظ مہر محمد صاحب میانوالوی رحمہ اللہ (1434ھ)

5۔ فوائد نافعہ از حضرت مولانا محمد نافع صاحب رحمہ اللہ (1435ھ)

6۔ دوازدہ احادیث از علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمہ اللہ (ت1441ھ)

حدیث الحوض

روایت نمبر 1:

،عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَرِدُ عَلَيَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَهْطٌ مِنْ أَصْحَابِي، فَيُحَلَّئُونَ عَنِ الْحَوْضِ، فَأَقُولُ: يَا رَبِّ، أَصْحَابِي، فَيَقُولُ: إِنَّكَ لَا عِلْمَ لَكَ بِمَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ، إِنَّهُمُ ارْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرَى.

صحیح البخاری، بَاب فِي الْحَوْضِ وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى {إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ} حدیث نمبر: 6585

ترجمہ: حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" قیامت کے دن میرے صحابہ کرام میں سے ایک جماعت مجھ پر پیش کی جائے گی۔ پھر وہ حوض کوثر سے دور کر دیئے جائیں گے۔ میں عرض کروں گا: اے میرے رب! یہ تو میرے صحابہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا کیا نئی چیزیں گھڑ لی تھیں؟ یہ لوگ الٹے قدموں واپس لوٹ گئے تھے۔

روایت نمبر 2:

قَالَ عَبْدُ اللَّهِ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ، لَيُرْفَعَنَّ إِلَيَّ رِجَالٌ مِنْكُمْ، حَتَّى إِذَا أَهْوَيْتُ لِأُنَاوِلَهُمُ اخْتُلِجُوا دُونِي، فَأَقُولُ: أَيْ رَبِّ، أَصْحَابِي، يَقُولُ: لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ.

صحیح البخاری، باب مَا جَاءَ فِي قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى {وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً} حدیث نمبر: 7049

ترجمہ: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ فرماتے ہیں: کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حوض کوثر پر میں تم لوگوں کا پیش خیمہ ہوں گا اور تم میں سے کچھ لوگ میری طرف آئیں گے جب میں انہیں (حوض کا پانی) دینے کے لیے جھکوں گا تو انہیں میرے سامنے سے کھینچ لیا جائے گا۔ میں کہوں گا اے میرے رب! یہ تو میرے اصحاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا نئی باتیں نکال لی تھیں۔

روایت نمبر 3:

قَالَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي عَلَى الْحَوْضِ حَتَّى أَنْظُرَ مَنْ يَرِدُ عَلَيَّ مِنْكُمْ وَسَيُؤْخَذُ أُنَاسٌ دُونِي فَأَقُولُ يَا رَبِّ مِنِّي وَمِنْ أُمَّتِي فَيُقَالُ أَمَا شَعَرْتَ مَا عَمِلُوا بَعْدَكَ وَاللَّهِ مَا بَرِحُوا بَعْدَكَ يَرْجِعُونَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ قَالَ فَكَانَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ أَنْ نَرْجِعَ عَلَى أَعْقَابِنَا أَوْ أَنْ نُفْتَنَ عَنْ دِينِنَا

صحیح مسلم، حدیث نمبر: 5972

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں حوض (کوثر) پر ہوں گا یہاں تک کہ جو تم میں سے میرے پاس آئے گا، میں اسے دیکھ رہا ہوں گا اور کچھ لوگوں کو میرے قریب ہونے سے پہلے ہی پکڑ لیا جائے گا تو میں اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عرض کروں گا اے میرے پروردگار! یہ لوگ تو میرے (فرمانبدار) اور میرے امتی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب میں کہا جائے گا: کہ کیا آپ کو پتہ ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا کام کئے؟ اللہ کی قسم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ لوگ فوراً ایڑیوں کے بل پھر گئے۔ راوی کہتے ہیں کہ ابن ابی ملیکہ یہ دعا پڑھا کرتے تھے: اے اللہ ہم اس بات سے پناہ مانگتے ہیں کہ ہم ایڑیوں کے بل پھر جائیں اور اس بات سے بھی کہ ہم اپنے دین سے کسی آزمائش میں مبتلا کر دیئے جائیں۔

اعتراض

ان تمام روایات کے پیش نظر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ مرتد ہو گئے تھے، انہوں نے بدعات

شروع کردیں تھی اور وہ حوض کوثر سے محروم ہوں گے۔ العیاذ باللہ

جواب

جوابات سے پہلے مختصر سی تمہید سمجھیں

تمہید:

1۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ہر صحابی مومن ہے، عادل ہے، معیار حق ہے، حجت ہے، تنقید سے بالاتر ہے، محفوظ عن الخطاء ہے، جب جمع ہو جائیں تو اجماعِ صحابہ نبی کی طرح معصوم ہے، اس پر مفصل دلائل فائل کے شروع میں گزر چکے ہیں، لہذا ان احادیث کی شرح وہی کرنی ہوگی جو ان مسلمہ دلائل کے معارض نہ ہو۔

2۔ مذکورہ روایات اور اس مضمون سے متعلقہ تمام روایات کو سامنے رکھ کر شرح کرنی ہوگی۔

3۔ ان روایات کی شرح و تعیین محدثین کرام سے لینی ہوگی اور یہ دیکھنا ہوگا کہ ان حضرات نے ان احادیث کا کیا مصداق بیان کیا ہے۔

اس مختصر تمہید کے بعد چند جوابات ملاحظہ ہوں۔

جواب نمبر 1:

ان تمام روایات میں اصحاب، رجال، الناس، امتی سے صحابہ کرام مراد نہیں بلکہ اس امت کے منافقین، مرتدین اور اہل بدعت مراد ہیں: کیونکہ صحابی کی لیے بنیادی طور پہ تین شرطیں ہیں:

1۔ ایمان   2۔ حالت ایمان میں لقاءِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم   3۔ موت علی الایمان

ان روایات میں ان افراد کا تذکرہ ہے جن کی ایمان پر موت واقع نہیں ہوئی اور جس کی ایمان پر موت نہ ہو وہ صحابی ہی نہیں ہوتا لہذا یہ روایات صحابہ کرام کے بارے میں نہیں ہے۔

جواب نمبر 2:

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل کو بیان کیا گیا ہے اور انہیں جنتی کہا گیا ہے، بطورِ خاص وہ احادیث جن میں عشرہ مبشرہ، اصحابِ بدر، شرکاءِ بیعت رضوان کے فضائل بیان کیے گئے ہیں اور ایسی احادیث بھی ہیں جن میں انفرادی طور پر نام لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضائل بیان فرمائے ہیں تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جنتی ہونے پر اس قدر کثیر روایات کے موجود ہونے کی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ ان مذکورہ روایات میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مراد نہیں ہیں بلکہ مرتدین اور منافقین ہیں۔

جواب نمبر 3:

ان روایات میں "يَرْجِعُونَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ، ارْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِهِمْ" کے الفاظ ہیں نہ کہ "يَرْجِعُونَ عَنْ أَعْقَابِهِمْ، ارْتَدُّوا عَنْ أَدْبَارِهِمْ" یاد رہے کہ علی اور عن میں فرق ہوتا ہے:

اگر صلہ "علی" ہو تو معنی ہوگا کہ جس حالت پہ تھے اسی حالت پہ چلے گئے۔

اگر صلہ "عن" ہو تو اس کا معنی ہوگا اسلام قبول کر کے اسلام سے پھر گئے۔

یہاں ان روایات میں "علی" ہے نہ کہ "عن" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ لوگ تھے جو حالت کفر میں تھے کہ ان میں پہلے سے ہی ایمان نہ تھا،

، اسی کفر ہی کی حالت میں واپس لوٹ گئے۔ اسی بات کو قرآن کریم میں ذکر کیا گیا ہے:

وَإِذَا جَآءُوكُمْ قَالُوٓا آمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ ۚ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ

المآئدۃ:61

ترجمہ: اور جب یہ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں، حالانکہ یہ کفر لے کر ہی آئے تھے، اور اسی کفر کو لے کر باہر نکلے ہیں، اور اللہ خوب جانتا ہے کہ یہ کیا کچھ چھپاتے رہے ہیں۔

تو یہ صحابہ کرام کے بارے میں نہیں ہے بلکہ منافقین کے بارے میں ہے۔

جواب نمبر4:

محدثین کرام رحمہم اللہ نے بھی ان احادیث کا مصداق منافقین، مرتدین اور اہل بدعت بیان کیا ہے، ذیل میں چند کبار محدثین کی تصریحات ملاحظہ ہوں:

1۔علامہ محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (ت676ھ) فرماتے ہیں:

هذا مما اختلف العلماء في المراد به على أقوال:

أحدها أن المراد به المنافقون والمرتدون فيجوز أن يحشروا بالغرة والتحجيل فيناديهم النبي صلى الله عليه وسلم للسيما التي عليهم فيقال ليس هؤلاء مما وعدت بهم إن هؤلاء بدلوا بعدك أي لم يموتوا على ما ظهر من إسلامهم

والثاني أن المراد من كان في زمن النبي صلى الله عليه وسلم ثم ارتد بعده فيناديهم النبي صلى الله عليه وسلم وإن لم يكن عليهم سيما الوضوء لما كان يعرفه صلى الله عليه وسلم في حياته من إسلامهم فيقال ارتدوا بعدك

والثالث أن المراد به أصحاب المعاصي والكبائر الذين ماتوا على التوحيد وأصحاب البدع الذين لم يخرجوا ببدعتهم عن الإسلام

(شرح النووی علی صحیح المسلم ج:3، ص:137، ط: داراحیاء التراث العربی)

ترجمہ: علماء نے ان احادیث کی مراد میں اختلاف کیا ہے، چنانچہ اس بارے میں کئی اقوال نقل فرمائے ہیں:

1۔منافق اور مرتدین مراد ہیں، ممکن ہے کہ انہیں چمکتی پیشانیوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی چمکتی پیشانیوں کو دیکھ کر ان کو بلائیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جائے یہ وہ لوگ نہیں ہیں، جن کے بارے میں آپ سے وعدہ کیا گیا ہے، ان لوگوں نے آپ کے بعد دین کو بدل دیا، یعنی جو اسلام انہوں نے ظاہر کیا تھا، اس پر ان کی موت نہیں ہوئی۔

2۔ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے اور پھر آپ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بلائیں گے اگرچہ ان کی پیشانیوں پر وضو کی چمک تو نہ ہو گی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات مبارکہ میں ان کو ان کے ظاہری طور پر اسلام لانے سے مسلمان سمجھتے تھے، لیکن آپ کو کہا جائے گا کہ یہ لوگ آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔

3۔اس سے فاسق اور کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والے جو حالت ایمان پر دنیا سے گئے تھے اور اہل بدعت جو حد کفر کو نہیں پہنچے تھے وہ مراد ہیں۔

2:علامہ حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (ت852ھ) فرماتے ہیں:

لم يرتد من الصحابة أحد وإنما ارتد قوم من جفاة الاعراب ممن لا نصرة له في الدين وذلك لا يوجب قدحا في الصحابة المشهورين ويدل قوله أصيحابي بالتصغير على قلة عددهم.

(فتح الباری، ج:11، ص:385)

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے کوئی بھی مرتد نہیں ہوا، البتہ سخت قسم کے دیہاتیوں کی ایک جماعت مرتد ہوئی، جنہوں نے دین کی کوئی مدد و نصرت نہیں کی تھی اور یہ بات مشہور صحابہ کرام کے لیے موجب طعن بھی نہیں ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بصیغہ تصغیر أُصَيْحَابِيْ (میرے چند اصحابی) فرمانا مرتدین کی تعداد کی قلت کو بھی واضح کرتا ہے۔

3۔ حافظ بدر الدین محمود بن احمد بن موسیٰ العینی الحنفی رحمہ اللہ (ت 855ھ) فرماتے ہیں:

قال الکرمانی: وھم اما المرتدون اما العصاۃ

عمدۃ القاری ج 15 ص 642

ترجمہ: علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سے مراد یا تو مرتدین ہیں یا نافرمان لوگ ہیں۔

اعتراض:

جب ان روایات میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مراد نہیں ہیں تو اصحاب کا لفظ کیوں استعمال کیا گیا ہے؟

جواب:

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو افراد رہتے تھے انہوں نے دل سے اسلام قبول کیا انہیں صحابی کہا جاتا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ منافقین جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تو تھے لیکن انہوں نے دل سے اسلام قبول نہیں کیا آپ کی پیروی اور اتباع بھی نہیں کی، لغۃً انہیں بھی صحابی کہہ دیا جاتا ہے۔ تو ان احادیث میں اصحاب کا لفظ ایسے ہی استعمال ہوا ہے جیسے کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور حدیث میں منافقین کے لیے اصحاب کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

مثال

فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ أَوَقَدْ فَعَلُوا وَاللَّهِ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ دَعْنِي يَا رَسُولَ اللَّهِ أَضْرِبْ عُنُقَ هَذَا الْمُنَافِقِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُ لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ

(صحیح بخاری۔ حدیث نمبر:4907)

ترجمہ: عبداللہ بن ابی نے کہا: اچھا اب یہ لوگ اس طرح کرنے لگ گئے ہیں، اللہ کی قسم! مدینہ واپس ہو کر عزت والے ذلیلوں کو باہر نکال دیں گے۔ تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اجازت ہو تو اس منافق کی گردن اڑادوں۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، اسے چھوڑ دو، ورنہ لوگ یوں کہیں گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کرانے لگے ہیں۔

جس طرح اس روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کو عرفاً اپنے صحابہ میں شامل کیا۔ یہ عرفی یا لفظی اعتبار سے تھا نہ کہ اصطلاحی اور شرعی اعتبار سے، کیونکہ یہ بات تو ظاہر ہے کہ عبداللہ بن ابی سلول صحابی نہیں بلکہ رئیس المنافقین تھا، اسی طرح ان روایات میں بھی لغۃً اصحاب کا لفظ ذکر کیا گیا ہے۔

اعتراض:

جب ان روایات سے مراد صحابہ کرام نہیں ہیں تو قیامت کے دن ان کے چہرے کیوں روشن ہوں گے؟ جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے کہ یہ میرے اصحاب ہیں۔

جواب:

چونکہ دنیا میں یہ لوگ وضو کرتے تھے اور وضو کے عمل کا ایک ظاہری اثر ہے اعضائے وضو کا چمکنا اور روشن ہونا وہ تو ہوگا البتہ ان کے

جرائم کی وجہ سے اس عملِ وضو کا آخرت میں فائدہ نہ ہوگا کیونکہ ان کے جرائم میں سے نفاق تھا یا ارتداد یا بدعات۔

فائدہ: اعضائے وضو کا چمکنا اس حدیث مبارک سے ثابت ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «إِنَّ أُمَّتِي يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوءِ، فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ»

(صحیح البخاری، رقم الحدیث:136)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے امتی قیامت کے دن بلائے جائیں گے تو وضو کے اثر سے ان کے چہرے اور ہاتھ اور پاؤں روشن اور منور ہوں گے۔ پس تم میں سے جو کوئی اپنی روشنی بڑھا سکے اور مکمل کر سکے تو ایسا ضرور کرے۔

جواب نمبر5:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اعتراض کرنے والے روافض ہیں، اگر روافض کا یہ اعتراض تسلیم کر لیا جائے تو روافض کو خوارج جو کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے مخالف ہیں وہ یہ کہہ دیں کہ ان احادیثِ حوض سے مراد حضرت علی المرتضی، حضرت حسن، حضرت حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں اور وہ ان کو اس روایت کی بنیاد پر مسلمان شمار نہ کریں تو روافض کا کیا جواب ہوگا؟ ظاہر ہے کہ وہاں آپ بھی یہی کہیں گے اس سے مراد حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نہیں ہیں، اس لیے ان کے فضائل و مناقب پہ روایات موجود ہیں، اسی بنیاد پر ہم کہتے ہیں کہ اس سے حضرت علی المرتضی، اہل بیت اور کوئی صحابی رضی اللہ عنہ مراد نہیں ہے، بلکہ وہ پکے سچے مومن تھے، اس سے مراد منافقین و مرتدین ہیں۔

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی

اہل السنت والجماعت کا موقف یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی اور جو لوگ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو معیار حق اور حجت نہیں مانتے ان کا نظریہ یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت تقسیم ہوتی ہے لہذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے والد کی وراثت کا حصہ باغ فدک کی صورت میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مانگنے کے لیے گئی تھیں اور آپ رضی اللہ عنہ نے وہ حصہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو نہ دیا۔

لہذا سب سے پہلے ہم حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی مالی وراثت تقسیم نہ ہونے پر اہل السنت والجماعت کے دلائل پیش کرتے ہیں:

دلیل نمبر 1:

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَام وَالْعَبَّاسَ أَتَيَا أَبَابَكْرٍ يَلْتَمِسَانِ مِيرَاثَهُمَا أَرْضَهُ مِنْ فَدَكٍ وَسَهْمَهُ مِنْ خَيْبَرَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ فِي هَذَا الْمَالِ وَاللَّهِ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي

صحیح البخاري، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نورث ما ترکنا صدقۃ: رقم الحدیث: 4035

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ اور عباس رضی اللہ عنہما سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے، فدک کی آمدنی اور خیبر کے خمس کی میراث کا مطالبہ کیا۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: کہ ہم انبیاء کرام کی وراثت جاری نہیں ہوتی۔ جو کچھ چھوڑ کر ہم جاتے ہیں، وہ صدقہ ہوتا ہے۔ پھر ابو بکر صدیق نے آلِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل مالی کفالت کے بارے میں فرمایا: کہ مذکورہ بالا اَموال میں سے آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً کھاتے پیتے رہیں گے۔ اور اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت مجھے اپنی قرابت سے زیادہ محبوب ہے۔

دلیل نمبر 2:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَرَدْنَ أَنْ يَبْعَثْنَ عُثْمَانَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ يَسْأَلْنَهُ مِيرَاثَهُنَّ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: أَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ.

صحیح البخاری، حدیث نمبر: 6730

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کی بیویوں نے ارادہ کیا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجیں، اپنی میراث طلب کرنے کے لیے۔ پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں یاد دلایا۔ کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا تھا کہ ہماری وراثت تقسیم نہیں ہوتی ہم جو کچھ چھوڑ کر جائیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے؟

دلیل نمبر 3:

عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ.

صحیح بخاری، حدیث نمبر: 6727

ترجمہ: حضرت عروہ رحمہ اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہماری وراثت نہیں ہوتی ہم جو کچھ چھوڑ کے جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

دلیل نمبر4:

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ ، وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ ذَكَرَ لِي مِنْ حَدِيثِهِ ذَلِكَ، فَانْطَلَقْتُ حَتَّى دَخَلْتُ عَلَيْهِ فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: انْطَلَقْتُ حَتَّى أَدْخُلَ عَلَى عُمَرَ، فَأَتَاهُ حَاجِبُهُ يَرْفَأُ، فَقَالَ: هَلْ لَكَ فِي عُثْمَانَ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَالزُّبَيْرِ، وَسَعْدٍ ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَأَذِنَ لَهُمْ، ثُمَّ قَالَ: هَلْ لَكَ فِي عَلِيٍّ، وَعَبَّاسٍ ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ عَبَّاسٌ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ: اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا، قَالَ: أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، يُرِيدُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْسَهُ، فَقَالَ الرَّهْطُ: قَدْ قَالَ ذَلِكَ، فَأَقْبَلَ عَلَى عَلِيٍّ، وَعَبَّاسٍ، فَقَالَ: هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَلِكَ ؟ قَالَا: قَدْ قَالَ ذَلِكَ، قَالَ عُمَرُ: فَإِنِّي أُحَدِّثُكُمْ عَنْ هَذَا الْأَمْرِ، إِنَّ اللَّهَ قَدْ كَانَ خَصَّ رَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْفَيْءِ بِشَيْءٍ لَمْ يُعْطِهِ أَحَدًا غَيْرَهُ، فَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ: مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ إِلَى قَوْلِهِ قَدِيرٌ فَكَانَتْ خَالِصَةً لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاللَّهِ مَا احْتَازَهَا دُونَكُمْ، وَلَا اسْتَأْثَرَ بِهَا عَلَيْكُمْ، لَقَدْ أَعْطَاكُمُوهَا، وَبَثَّهَا فِيكُمْ حَتَّى بَقِيَ مِنْهَا هَذَا الْمَالُ، فَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ مِنْ هَذَا الْمَالِ نَفَقَةَ سَنَتِهِ، ثُمَّ يَأْخُذُ مَا بَقِيَ فَيَجْعَلُهُ مَجْعَلَ مَالِ اللَّهِ، فَعَمِلَ بِذَاكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيَاتَهُ، أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمُونَ ذَلِكَ ؟ قَالُوا: نَعَمْ، ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍّ، وَعَبَّاسٍ: أَنْشُدُكُمَا بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمَانِ ذَلِكَ ؟ قَالَا: نَعَمْ، فَتَوَفَّى اللَّهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَضَهَا فَعَمِلَ بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ تَوَفَّى اللَّهُ أَبَا بَكْرٍ، فَقُلْتُ: أَنَا وَلِيُّ وَلِيِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَضْتُهَا سَنَتَيْنِ أَعْمَلُ فِيهَا مَا عَمِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ جِئْتُمَانِي وَكَلِمَتُكُمَا وَاحِدَةٌ، وَأَمْرُكُمَا جَمِيعٌ، جِئْتَنِي تَسْأَلُنِي نَصِيبَكَ مِنَ ابْنِ أَخِيكَ، وَأَتَانِي هَذَا يَسْأَلُنِي نَصِيبَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيهَا، فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا، بِذَلِكَ فَتَلْتَمِسَانِ مِنِّي قَضَاءً غَيْرَ ذَلِكَ، فَوَاللَّهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ لَا أَقْضِي فِيهَا قَضَاءً غَيْرَ ذَلِكَ، حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ، فَإِنْ عَجَزْتُمَا فَادْفَعَاهَا إِلَيَّ فَأَنَا أَكْفِيكُمَاهَا.

صحیح البخاری، حدیث نمبر: 6728

ترجمہ: ابن شہاب زھری نے بیان کیا کہ مجھے مالک بن اوس بن حدثان نے خبر دی کہ محمد بن جبیر بن مطعم نے مجھ سے مالک بن اوس کی اس حدیث کا ایک حصہ ذکر کیا تھا۔ پھر میں خود مالک بن اوس کے پاس گیا اور ان سے یہ حدیث پوچھی تو انہوں نے بیان کیا کہ میں عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا پھر ان کے حاجب یرفاء نے جا کر ان سے کہا کہ عثمان، عبدالرحمٰن بن زبیر اور سعد آپ کے پاس آنا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ اچھا آنے دیں۔ چنانچہ انہیں اندر آنے کی اجازت دے دی گئی، پھر کہا، کیا آپ علی وعباس رضی اللہ عنہما کو بھی آنے کی اجازت دیں گے؟ فرمایا: کہ ہاں انہیں بھی آنے دیں۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ امیر المؤمنین میرے اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان فیصلہ کر دیجئیے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں، کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہماری وراثت تقسیم نہیں ہوتی جو کچھ ہم چھوڑیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے؟ اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خود اپنی ہی ذات تھی۔ تمام حاضرین بولے کہ جی ہاں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا علی اور عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا، کیا تمہیں معلوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا؟ انہوں نے بھی تصدیق کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر میں اب آپ لوگوں سے اس معاملہ میں گفتگو کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس فے کے معاملہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کچھ حصے مخصوص کر دیئے تھے جو آپ علیہ السلام کے سوا کسی اور کو نہیں ملتا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: ما أفاء الله على رسوله سے آخر آیت تک تلاوت کی۔ یہ تو خاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ تھا، اللہ کی قسم! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تمہارے لیے ہی مخصوص کیا تھا اور تمہارے سوا کسی اور کو اس پر ترجیح نہیں دی تھی، تمہیں کو اس میں

سے دیتے تھے اور تقسیم فرماتے تھے۔ آخر اس میں سے یہ مال باقی رہ گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے اپنے گھر والوں کے لیے سال بھر کا خرچہ لیتے تھے، اس کے بعد جو کچھ باقی بچتا اسے ان مصارف میں خرچ فرماتے جو اللہ تعالی کے مقرر کردہ ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طرز عمل آپ کی زندگی بھر رہا۔ میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں، کیا آپ لوگوں کو معلوم ہے؟ لوگوں نے کہا کہ جی ہاں۔ پھر آپ نے علی اور عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا، میں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ لوگوں کو یہ معلوم ہے؟ انہوں نے بھی کہا کہ جی ہاں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ اب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوں چنانچہ انہوں نے اس پر قبضہ میں رکھ کر اس طرز عمل کو جاری رکھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس میں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی وفات دی، تو میں نے کہا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب کا نائب ہوں۔ میں بھی دو سال سے اس پر قابض ہوں اور اس مال میں وہی کرتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کیا۔ پھر آپ دونوں میرے پاس آئے ہو۔ آپ دونوں کی بات ایک ہے اور معاملہ بھی ایک ہی ہے۔ آپ (عباس رضی اللہ عنہ) میرے پاس اپنے بھتیجے کی میراث سے اپنا حصہ لینے آئے ہو اور آپ (علی رضی اللہ عنہ) اپنی بیوی کا حصہ لینے آئے ہو جو ان کے والد کی طرف سے انہیں ملتا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر آپ دونوں چاہتے ہیں تو میں اسے آپ کو دے سکتا ہوں لیکن آپ لوگ اس کے سوا کوئی اور فیصلہ چاہتے ہیں تو اس ذات کی قسم جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں، میں اس مال میں اس کے سوا اور کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا، قیامت تک، اگر آپ اس کے مطابق عمل نہیں کر سکتے تو وہ جائیداد مجھے واپس کر دیجئیے میں اس کا بھی بندوبست کر لوں گا۔

فائدہ: اس مفصل روایت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سیدنا علی اور عباس رضی اللہ عنہما سے جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قسم دے کر پوچھا تو انہوں نے بھی اس بات کی تائید کی کہ واقعتہ یہ حدیث لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ صحیح ہے۔

دلیل نمبر 5:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَقْتَسِمُ وَرَثَتِي دِينَارًا مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي وَمُؤْنَةِ عَامِلِي فَهُوَ صَدَقَةٌ»

السنن الکبری للبیہقی، رقم الحدیث: 13117

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں ایک اشرفی بھی چھوڑ کر جاؤں تو میرے وارث اس کو بھی تقسیم نہیں کر سکتے بلکہ جو جائیداد میں چھوڑ جاؤں اس میں سے میری بیویوں اور عملہ کا خرچ نکال کر جو بچے، وہ سب صدقہ ہے۔

دلیل نمبر 6:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ لِأَبِي بَكْرٍ مَنْ يَرِثُكَ إِذَا مِتَّ قَالَ وَلَدِي وَأَهْلِي قَالَتْ فَمَا لَنَا لَا نَرِثُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ النَّبِيَّ لَا يُورَثُ وَلَكِنِّي أَعُولُ مَنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُولُ وَأُنْفِقُ عَلَى مَنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ

مسند احمد، رقم الحدیث: 60

ترجمہ: حضرت محمد بن عمر اور ابو سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو بکر صدیق سے سوال کیا کہ جب آپ وفات پائیں گے تو آپ کا وارث کون ہوگا؟ تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میری اولاد اور میری بیوی وارث ہوگی۔ تو اس جواب پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث کیوں نہیں؟ تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک نبی کا کوئی وارث نہیں ہوتا، لیکن میں (ابو بکر) ہر اس شخص کی کفالت کروں گا جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفالت فرماتے رہے اور اس شخص پر خرچ کرتا رہوں گا جس پر رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم خرچ فرماتے رہے۔

فائدہ نمبر1:

منکرین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک بھی انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت جاری نہیں ہوتی، اس پر چند دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل نمبر1:

ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی متوفی 328ھ نقل کرتے ہیں:

عن أبي عبد الله قال إن العلماء ورثة الأنبياء وذٰلك أن الأنبياء لم يورثوا درهمًا ولا دينارًا وإنما ورثوا أحاديث من أحاديثهم فمن أخذ بشيء منها أخذ بحظ وافر

اصول کافی ج1 ص81 باب صفة العلم وفضله وفضل العلما

ترجمہ: حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ نے فرمایا: علماء کرام انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں، اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام وراثت میں درہم و دینار نہیں چھوڑتے۔ وہ اپنی حدیثیں وراثت میں چھوڑتے ہیں جس نے اُن احادیث کو لیا گویا اُس نے پورا حصہ پالیا ہے۔

دلیل نمبر2:

علامہ ابو منصور احمد بن علی طبرسی بیان کرتے ہیں:

کہ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے وراثتِ مالی کے مطالبہ کے جواب میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یوں فرمایا:

إني أشهد الله وكفى به شهيدًا أني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: «نحن معاشر الأنبياء لا نورث ذهبًا ولا فضة ولا دارًا ولا عقارًا وإنما نورث الكتاب والحكمة والعلم والنبوة وما كان لنا من طعمة فلولى الأمر بعدنا أن يحكم فيه بحكمه»

احتجاج طبرسی ج1 ص142 احتجاج فاطمة الزهراء على القوم لما منعوها فدك وقولها لهم عند الوفاة في الامامه

ترجمہ: میں (ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ کو گواہ بناکر کہتا ہوں اور اللہ کی گواہی کافی ہے، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے ہیں: کہ ہم انبیاء کی جماعت اپنے بعد کسی کو سونے، چاندی، گھر اور زمین کا وارث نہیں بناتے۔ ہم صرف کتاب و حکمت، علم اور نبوت سے متعلق اُمور کا وارث بناتے ہیں، باقی ہمارے ذرائع معاش تو وہ ہمارے بعد ہونے والے خلیفہ کے ذمہ ہوتے ہیں، وہ ان میں اپنی صوابدید کے مطابق فیصلہ کرتا ہے۔

فائدہ نمبر2: نبی اور امتی میں جس طرح دیگر کئی فرق ہیں مثلاً نبی علیہ السلام کے لیے چار سے زائد نکاح کا جواز، نبی کی بیوی کا نبی کی وفات کے بعد نکاح نہ کر سکنا، نیند کی حالت میں وضو کا نہ ٹوٹنا، نبی کی موت قبضِ روح بصورتِ حبسِ روح وغیرہ، اسی طرح نبی اور امتی کی وراثت میں بھی فرق ہے کہ امتی کی میراث تو منتقل ہوتی ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کی وراثت آگے منتقل نہیں ہوتی۔

فائدہ نمبر3: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت جاری نہ ہونے میں درج ذیل حکمتیں ہیں۔

پہلی حکمت:

نبی علیہ السلام وفات کے بعد اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ زندہ کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی، چنانچہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (م1362ھ) فرماتے ہیں:

اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں حتیٰ کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا اس عالم کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے مثل زواج احیاء کے ان کی ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور **ان کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا** پس اس حیات میں سب سے قوی تر انبیاء علیہم السلام ہیں۔

(بیان القرآن:ج1ص97)

اشکال:

شہید بھی تو زندہ ہوتا ہے تو اس کی وراثت کیوں تقسیم ہوتی ہے؟

جواب:

نبی اور امتی کی موت میں فرق ہے: نبی کی موت ہوتی ہے قبض روح بصورتِ حبس روح اور شہید کی موت ہوتی ہے قبض روح بصورتِ خروج روح، لہٰذا شہید کی موت کے وقت مال شہید کی ملک سے نکل چکا ہوتا ہے، جب کہ نبی کی ملک سے مال ابھی تک نکلا نہیں ہوتا، جب نکلا نہیں ہے تو آگے منتقل بھی نہیں ہوتا، اسی وجہ سے فرمان نبوی ہے: ما ترکنا فھو صدقۃ، ظاہر ہے صدقہ وہی کرتا ہے کہ مال جس کی ملکیت میں ہو۔

دوسری حکمت:

نبی اپنی تبلیغ پر اجر اور معاوضہ کا مطالبہ نہیں کرتے جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے:

وَما أَسلُكُم عَلَيهِ مِن أَجرٍ إِن أَجرِيَ إِلّا عَلىٰ رَبِّ العٰلَمينَ

الشعراء:19

ترجمہ: میں تمہیں جو تبلیغ کر رہا ہوں، اس کا کوئی اجر تم سے نہیں مانگتا بلکہ اس کا اجر اللہ تعالی ہی عطا فرمائے گا۔

چونکہ نبوت کا تبلیغ رسالت کے بارے میں یہ طریقہ رہا کہ وہ بغیر کسی معاوضہ کے تبلیغ فرماتے تھے اور اعلان کرتے تھے کہ ہم آپ سے کسی اجر و معاوضہ کی تمنا نہیں رکھتے، اگر نبی اپنے رشتہ داروں کا وارث ہوتا تو ممکن تھا کہ لوگ یہ اعتراض کر دیتے کہ اس نبی نے اپنی اُمت سے مال لے لیا ہے اور اگر نبی کا ترکہ اِس کے ورثا پر تقسیم ہوتا تو منکرین نبوت یہ اعتراض کر سکتے تھے کہ نبوت کی آڑ میں نبی اپنے وارثوں کے لیے دنیا کی دولت جمع کر رہے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالی نے انبیاء کے لیے قانونِ وراثت ختم کر کے ان سب اعتراضات کو ہی ختم کر دیا۔

تیسری حکمت:

نبی علیہ السلام اپنی اُمت کے روحانی باپ ہوتے ہیں۔ نبی کا یہ روحانی رشتہ ہر ہر انسان سے ہوتا ہے۔ اس لیے نبی کا ترکہ تمام اُمت پر صدقہ ہوتا ہے جو بغیر کسی فرق کیے ہر خاص وعام تمام مسلمانوں کے مشترکہ مصالح پر خرچ کیا جاتا ہے۔ اگر نبی کا مال صرف اُس کے اُصول و فروع پر ہی تقسیم کیا جاتا تو روحانی باپ والی شفقت کے خلاف ہوتا۔

منکرین کے دلائل اور ان کے جوابات

منکرینِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف سے انبیاء علیہم السلام کے وراثت منتقل ہونے پر کچھ شبہات پیش کیے جاتے ہیں، ذیل میں وہ شبہات مع جوابات کے نقل کیے جاتے ہیں۔

قرآن کریم میں مختلف انبیاء علیہم السلام کی وراثت تقسیم ہونے کا ذکر ہے، جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا ہے:

1۔ يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيّاً

مریم:6

ترجمہ: (اے اللہ مجھے بیٹا عطا فرما) جو میرا بھی وارث ہو اور یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے بھی میراث پائے اور اے اللہ اسے اپنا پسندیدہ بھی بنانا۔

۲-وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ

النمل:16

ترجمہ: اور سلیمان کو داؤد کی وراثت ملی اور انہوں نے کہا: اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر (ضرورت کی) چیز عطا کی گئی ہے۔ یقیناً یہ (اللہ تعالیٰ کا) کھلا ہوا فضل ہے۔

جواب:

ان آیات میں انبیاء علیہم السلام کی وراثت علمی مراد ہے نہ کہ وراثت مالی، لغت، قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جس طرح "ورث" کا لفظ وراثتِ مالی کے لیے استعمال ہوتا ہے اسی طرح علمی اور روحانی وراثت کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، ذیل میں چند دلائل ملاحظہ ہوں:

1۔ لغت:

لغت میں ہے:

ورث، یرث: کسی کے مرنے کے بعد اس کا وارث ہونا، عزت و دولت وراثت میں ملنا

القاموس الوحید: صفحہ:1834

اسی طرح زمانہ جاہلیت کے مشہور شاعر عمرو بن کلثوم المتوفی 584ء کا شعر ہے:

وَرِثْنَا الْمَجْدَ قَدْ عَلِمَتْ مَعَدٌّ نُطَاعِنُ دُوْنَهُ حَتّٰى يَبِيْنَا

سبعہ معلقہ:39

ترجمہ: قبیلہ معد بخوبی جانتا ہے کہ ہم شرافت کے وارث ہوئے، ہم اچھی طرح لڑتے ہیں تاکہ ہماری شرافت واضح ہو جائے۔

2۔ قرآن کریم

۱-فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا

الاعراف:169

ترجمہ: پھر ان کے بعد ان کی جگہ ایسے جانشین آئے جو کتاب (یعنی تورات) کے وارث بنے، مگر ان کا حال یہ تھا کہ اس ذلیل دنیا کا سازوسامان (رشوت میں) لیتے، اور یہ کہتے کہ: ہماری بخشش ہو جائے گی۔

۲-ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا

الفاطر:32

ترجمہ: پھر ہم نے اس کتاب کا وارث اپنے بندوں میں سے ان کو بنایا جنہیں ہم نے چن لیا تھا۔

۳-وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ

الشوری:14

ترجمہ: اور ان لوگوں کے بعد جن کو کتاب کا وارث بنایا گیا ہے وہ اس کے بارے میں ایسے شک میں پڑے ہوئے ہیں جس نے انہیں خلجان میں ڈال

رکھاہے۔

3۔ حدیث مبارک:

1۔ عَنْ كَثِيرِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ أَبِي الدَّرْدَاءِ فِي مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَأَتَاهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ أَتَيْتُكَ مِنَ الْمَدِينَةِ مَدِينَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِحَدِيثٍ بَلَغَنِي أَنَّكَ تُحَدِّثُ بِهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَمَا جَاءَ بِكَ تِجَارَةٌ؟، قَالَ: لَا، قَالَ: وَلَا جَاءَ بِكَ غَيْرُهُ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ.............. إِنَّ الْعُلَمَاءَ هُمْ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ، إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا، إِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ .

سنن ابن ماجہ: رقم:223

ترجمہ: کثیر بن قیس رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: اے ابوالدرداء! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مدینہ سے ایک حدیث کے لیے آیا ہوں، مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ حدیث روایت کرتے ہیں؟ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ کی آمد کا سبب تجارت تو نہیں؟ اس آدمی نے کہا: نہیں، کہا: کوئی اور مقصد تو نہیں؟ اس آدمی نے کہا: نہیں، ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بیشک علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں، اور انبیاء نے کسی کو دینار و درہم کا وارث نہیں بنایا بلکہ انہوں نے علم کا وارث بنایا ہے، لہٰذا جس نے اس علم کو حاصل کیا، اس نے (علم نبوی اور وراثت نبوی سے) پورا پورا حصہ لے لیا۔

فائدہ: اوپر ذکر کردہ سنن ابن ماجہ کی یہی روایت روافض کے مشہور عالم ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی متوفی 328ھ نے اصول کافی جلد اصفحہ نمبر 34 پر نقل کی ہے اور وراثت سے مراد وراثتِ علمی مراد لی ہے نہ کہ وراثتِ مالی۔

2۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ مَرَّ بِسُوقِ الْمَدِينَةِ، فَوَقَفَ عَلَيْهَا، فَقَالَ: "يَا أَهْلَ السُّوقِ، مَا أَعْجَزَكُمْ! قَالُوا: وَمَا ذَاكَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟! قَالَ: ذَاكَ مِيرَاثُ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُقْسَمُ، وَأَنْتُمْ هَا هُنَا لَا تَذْهَبُونَ فَتَأْخُذُونَ نَصِيبَكُمْ مِنْهُ؟! قَالُوا: وَأَيْنَ هُوَ؟ قَالَ: فِي الْمَسْجِدِ، فَخَرَجُوا سِرَاعًا إِلَى الْمَسْجِدِ، وَوَقَفَ أَبُو هُرَيْرَةَ لَهُمْ حَتَّى رَجَعُوا، فَقَالَ لَهُمْ: مَا لَكُمْ؟ قَالُوا: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَقَدْ أَتَيْنَا الْمَسْجِدَ، فَدَخَلْنَا، فَلَمْ نَرَ فِيهِ شَيْئًا يُقْسَمُ. فَقَالَ لَهُمْ أَبُو هُرَيْرَةَ: أَمَا رَأَيْتُمْ فِي الْمَسْجِدِ أَحَدًا؟ قَالُوا: بَلَى، رَأَيْنَا قَوْمًا يُصَلُّونَ، وَقَوْمًا يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ، وَقَوْمًا يَتَذَاكَرُونَ الْحَلَالَ وَالْحَرَامَ، فَقَالَ لَهُمْ أَبُو هُرَيْرَةَ: وَيْحَكُمْ، فَذَاكَ مِيرَاثُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم "

المعجم الاوسط: رقم الحدیث:1429

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن وہ مدینہ منورہ کے بازار سے گزرے، اور وہاں ٹھہر گئے، پھر فرمانے لگے: اے بازار والو کس چیز نے تم کو روک رکھا ہے۔ وہ کہنے لگے: اے ابوہریرہ کس چیز کا پوچھ رہے ہو؟ تو حضرت ابوہریرہ نے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے جو تقسیم کی جارہی ہے اور تم یہاں پر ہو۔ تم کیوں نہیں جاتے کہ تم بھی اس میں سے اپنا حصہ لے لو، وہ کہنے لگے: وہ میراث کہاں ہے؟ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا: کہ مسجد میں ہے۔ چنانچہ بازار والے جلدی سے مسجد کی طرف دوڑے، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان کے انتظار میں وہیں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ وہ واپس لوٹ آئے، حضرت ابوہریرہ کہنے لگے: تم کو وہاں کیا ملا ؟ وہ کہنے لگے ہم تو مسجد گئے ہم نے وہاں کوئی چیز نہیں دیکھی جو تقسیم کی جارہی ہو۔ تو حضرت ابوہریرہ ان سے فرمانے لگے کہ تم نے مسجد میں کسی کو بھی نہیں دیکھا؟ کہنے لگے: جی ہاں ہم نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو نماز پڑھ رہے تھے اور کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ قرآن کریم پڑھ رہے تھے اور کچھ لوگ حلال اور حرام کے مسائل بیان کر رہے تھے۔ تو حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ ان سے فرمانے لگے: تعجب ہے تم پر، یہی تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے۔

لغت، قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وراثت سے وراثتِ معنوی مراد ہے۔

جواب نمبر2:

اس آیت میں حضرت داود علیہ السلام کی وراثتِ مالی مراد نہیں ہے، کیونکہ حضرت داود علیہ السلام کے کئی بیٹے تھے، تو اگر وراثت تقسیم ہوتی تو سب کو ملتی اور آیت کا مضمون یوں ہوتا: وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ و اخوته دَاوٗدَ

فائدہ: حضرت داود علیہ السلام کے کئی بیٹے تھے، اس پر مفسرین کی تصریحات ملاحظہ ہوں۔

1۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی المالکی رحمہ اللہ (ت 671ھ) فرماتے ہیں:

قال الكلبي: كان لداود صلى الله عليه وسلم تسعة عشر ولدا فورث سليمان من بينهم نبوته وملكه ولو كان وراثة مال لكان جميع أولاده فيه سواء

تفسیر قرطبی تحت ھذہ الایۃ

ترجمہ: حضرت کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ حضرت داود علیہ السلام کے انیس بیٹے تھے، تو ان سب میں حکومت اور نبوت کے حضرت سلیمان علیہ السلام وارث ہوئے، اگر وراثت مالی تقسیم ہوتی تو اس میں تمام اولاد کو برابر ملتی۔

2۔ علامہ حافظ الدین ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی الحنفی رحمہ اللہ (ت 710ھ) فرماتے ہیں:

ورث منه النبوة والملك دون سائر بنيه وكانوا تسعة عشر

تفسیر مدارک التنزیل تحت ھذہ الایۃ

ترجمہ: حضرت داود علیہ السلام کی نبوت اور حکومت کے وارث حضرت سلیمان علیہ السلام ہوئے نہ کہ باقی بیٹے، اور وہ انیس بیٹے تھے۔

یہ بات روافض بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت داود علیہ السلام کے کئی بیٹے تھے، چنانچہ ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی متوفی 328ھ لکھتے ہیں:

وكان لداود عليه السلام اولاد عدة

اصول کافی ج1 صفحہ 278

ترجمہ: حضرت داود علیہ السلام کے کئی بیٹے تھے۔

محمد باقر بن محمد تقی بن المقصود علی المجلسی المعروف ملا باقر مجلسی متوفی 1699ء لکھتے ہیں:

هم داود چند فرزند داشت

حیات القلوب: ج ا صفحہ: 456

ترجمہ: حضرت داود علیہ السلام کے کئی بیٹے تھے۔

جواب نمبر3:

اگر نبی علیہ السلام کی وراثت تقسیم ہوتی تو سیدہ عائشہ صدیقہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما کو بھی ملتی، ظاہر ہے کہ وہ بیویاں ہیں اور بیویوں کو وراثت میں حصہ ملتا ہے، تو سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما اپنی اپنی ان دو بیٹیوں کو بھی حصہ دیتے، ان حضرات کا اپنی بیٹیوں کو حصہ نہ دینا اس بات کی دلیل ہے نبی علیہ السلام کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی۔

جواب نمبر4:

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے تو انہوں نے بھی باغِ فدک اور دیگر اراضی میں سے بطور میراث کے نہ خود حصہ لیا اور نہ ہی

بیٹوں کو دیا، معلوم ہوا کہ وراثت تقسیم نہ ہونے میں جو موقف خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کا تھا، وہی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا تھا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی کی حقیقت

اہل السنت والجماعت کا موقف یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اہل بیت خصوصا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے باہمی خوشگوار تعلقات تھے اور جو لوگ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو معیار حق اور حجت نہیں مانتے ان کا نظریہ یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے والد گرامی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کا حصہ باغ فدک کی صورت میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مانگنے کے لیے گئی تھیں اور آپ رضی اللہ عنہ نے وہ حصہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو نہ دیا، اس پر سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا ناراض ہو گئیں اور آخر وقت تک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہی رہیں۔

لہذا پہلے ہم وہ روایت پھر اس کے جوابات پیش کرتے ہیں:

روایت:

أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَام ابْنَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَتْ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقْسِمَ لَهَا مِيرَاثَهَا مِمَّا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: لَهَا أَبُو بَكْرٍ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَجَرَتْ أَبَا بَكْرٍ، فَلَمْ تَزَلْ مُهَاجِرَتَهُ حَتَّى تُوُفِّيَتْ وَعَاشَتْ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ أَشْهُرٍ، قَالَتْ: وَكَانَتْ فَاطِمَةُ تَسْأَلُ أَبَا بَكْرٍ نَصِيبَهَا مِمَّا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَيْبَرَ وَفَدَكٍ وَصَدَقَتَهُ بِالْمَدِينَةِ، فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ عَلَيْهَا ذَلِكَ، وَقَالَ: لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ بِهِ إِلَّا عَمِلْتُ بِهِ، فَإِنِّي أَخْشَى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَزِيغَ فَأَمَّا صَدَقَتُهُ بِالْمَدِينَةِ فَدَفَعَهَا عُمَرُ إِلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ، وَأَمَّا خَيْبَرُ وَفَدَكٌ فَأَمْسَكَهَا عُمَرُ، وَقَالَ: هُمَا صَدَقَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتَا لِحُقُوقِهِ الَّتِي تَعْرُوهُ وَنَوَائِبِهِ، وَأَمْرُهُمَا إِلَى مَنْ وَلِيَ الْأَمْرَ، قَالَ: فَهُمَا عَلَى ذَلِكَ إِلَى الْيَوْمِ، قَالَ أَبُو عَبْد اللَّهِ: اعْتَرَاكَ افْتَعَلْتَ مِنْ عَرَوْتُهُ فَأَصَبْتُهُ وَمِنْهُ يَعْرُوهُ وَاعْتَرَانِي.

صحیح البخاری، حدیث نمبر: 3093

ترجمہ: عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور انہیں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ترکہ سے انہیں ان کی میراث کا حصہ دلایا جائے جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مالِ فے کی صورت میں دیا تھا۔

تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: کہ ہم انبیاء کی جماعت کا ورثہ تقسیم نہیں ہوتا' ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر طبعی طور پر نالاں ہو گئیں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات چھوڑ دی اور وفات تک ان سے نہ ملیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چھ مہینے زندہ رہی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیبر اور فدک اور مدینہ کے صدقے کی وراثت کا مطالبہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس سے انکار تھا۔ انہوں نے کہا کہ میں کسی بھی ایسے عمل کو نہیں چھوڑ سکتا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں کرتے رہے تھے۔ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ کا جو صدقہ تھا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے علی اور عباس رضی اللہ عنہما کو (اپنے عہد خلافت میں) دے دیا۔ البتہ خیبر اور فدک کی جائیداد کو عمر رضی اللہ عنہ نے روک رکھا اور فرمایا کہ یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہیں اور ان حقوق کے لیے جو وقتی طور پر پیش آتے یا وقتی حادثات کے لیے رکھی تھیں۔ یہ

جائیداد اس شخص کے اختیار میں رہیں گی جو خلیفہ وقت ہو۔ امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: چنانچہ ان دونوں جائیدادوں کا انتظام آج تک (بذریعہ حکومت) اسی طرح ہوتا چلا آتا ہے۔

فائدہ: فدک ایک گاؤں تھا جو مدینہ طیبہ شمالی جانب سے تین منزل تقریباً107 کلومیٹر کے فاصلے پر تھا جس میں کھجور کے کچھ درخت تھے۔

جوابات

جواب نمبر 1:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے وراثت کا مطالبہ کرنے والی روایات مختلف کتب میں 36 مقامات پر ذکر کی گئی ہے۔ جن کی تفصیل یہ ہے:

1: مصنف عبد الرزاق میں ایک مرتبہ۔
2: صحیح البخاری میں 5 مرتبہ۔
3: طبقات ابن سعد میں 2 مرتبہ۔
4: مسند ابی عوانہ اسفرائینی میں 3 مرتبہ۔
5: ترمذی میں 2 مرتبہ۔
6: ابو داؤد میں 4 مرتبہ۔
7: مسلم میں 2 مرتبہ۔
8: مسند امام احمد ابن حنبل میں 5 مرتبہ۔
9: سنن نسائی میں 1 مرتبہ۔
10: المنتقیٰ لابن جارود میں 1 مرتبہ۔
11: سنن الطحاوی میں 1 مرتبہ۔
12: مشکل الآثار میں 1 مرتبہ۔
13: سنن الکبریٰ بیہقی میں 6 مرتبہ۔
14: تاریخ الامم والملوک لابن جریر طبری میں 1 مرتبہ۔
15: فتوح البلدان لبلاذری میں 1 مرتبہ۔

ان 36 مقامات میں سے 11 روایات وہ ہیں جن کی سند میں ابن شہاب زہری رحمہ اللہ نہیں ہے اور 25 روایات وہ ہیں جن کی سند میں امام زہری رحمہ اللہ موجود ہیں، 9 روایات وہ ہیں جن میں غضبت، لم تتکلم، وجدت کے الفاظ نہیں ہیں اور نہ ہی ان روایات میں ناراضگی کا کوئی تذکرہ ہے۔ اور 16 روایات وہ ہیں جن میں "وجدت، غضبت، لم تتکلم " کے الفاظ منقول ہیں، اور ان 16 مقامات میں "وجدت، غضبت، لم تتکلم " کے کلمات بھی قال کے بعد ہیں یعنی "وجدت لم تتکلم غضبت" یہ امام زھری رحمہ اللہ کا مقولہ بن رہے ہیں، امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا اس کی ناقل نہیں ہیں۔ تو یہ کلمات امام زھری رحمہ اللہ کا ادراج ہیں۔

فائدہ نمبر 1: **ادراج کی تعریف:**

ما أُدرِج فی الحدیث من کلام بعض الرواۃ فیُظَن انہ من الحدیث

قواعد فی علوم الحدیث ص 39

ترجمہ: حدیث مبارک کے متن میں راوی اپنا کلام شامل کردے جسے سننے والا حدیث سمجھے۔

فائدہ نمبر 2: امام ابو بکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب الزھری رحمہ اللہ (ت 123ھ) بعض مرتبہ احادیث میں ادراج کرتے تھے، چنانچہ ان کے اس طرز کے متعلق امام حافظ محمد بن عبد الرحمن سخاوی شافعی رحمہ اللہ (ت 902ھ) فرماتے ہیں:

و کذا کان الزھری یفسر الأحادیث کثیرا وربما أسقط أداۃ التفسیر

(فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث ج:1 ص:268، تحت المدرج)

ترجمہ: امام زہری رحمہ اللہ بعض اوقات روایات کی تفسیر فرمادیتے ہیں، پھر اس تفسیری کلام میں بسا اوقات حروف تفسیر کو گرادیتے ہیں۔

جواب نمبر2:

1۔علامہ محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (ت676ھ) فرماتے ہیں:

قَوْله فِي هَذَا الْحَدِيث: (فَلَمْ تُكَلِّمهُ) يَعْنِي فِي هَذَا الْأَمْر أَوْ لِانْقِبَاضِهَا لَمْ تَطْلُب مِنْهُ حَاجَة، وَلَا اِضْطَرَّتْ إِلَى لِقَائِهِ فَتُكَلِّمهُ، وَلَمْ يُنْقَل قَطُّ أَنَّهُمَا اِلْتَقَيَا فَلَمْ تُسَلِّم عَلَيْهِ وَلَا كَلَّمَتْهُ،

شرح مسلم ج2ص90

ترجمہ: راوی کا یہ قول فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ سے گفتگو نہیں کی اس کا مطلب یہ ہے کہ طلب وراثت کے سلسلہ میں کوئی گفتگو نہیں کی یا یہ کہ طبیعت منقبض ہونے کی وجہ سے ان سے کسی حاجت کا مطالبہ نہیں کیا اور نہ ان کی ملاقات کی مجبوری پیش آئی تاکہ وہ ان سے کلام کرتیں اور یہ کہیں بھی منقول نہیں ہے کہ دونوں کی ملاقات ہوئی ہو اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ کو سلام نہ کیا ہو اور گفتگو نہ کی ہو۔

2۔علامہ حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (ت852ھ) فرماتے ہیں:

فلم تکلمه فی ذلك المال و کذا نقل الترمذی رحمه الله عن بعض مشایخه معنی قولی فاطمه رضی الله عنها لابی بکر و عمر لا اکلمکما فی هذا المیراث

فتح الباری ج2ص202

ترجمہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اس مال کے بارے میں پھر کبھی گفتگو نہیں کی اور اسی طرح امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنے بعض مشائخ سے نقل کیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کے قول کا یہ مطلب ہے کہ اس میراث کے بارے میں ان سے کوئی گفتگو نہیں کی۔

جواب نمبر3:

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب ابی حفص عمر بن کثیر دمشقی شافعی رحمہ اللہ (ت774ھ) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پوتے حضرت زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالی عنہ کا فیصلہ نقل فرماتے ہیں:

قال زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب اما لو کنت مکان ابی بکر رضی الله عنه لحکمته بما حکم به ابو بکر رضی الله عنه فی فدك

البدایہ والنھایہ جلد5، صفحہ 290

ترجمہ: حضرت زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ کی جگہ میں ہوتا تو باغِ فدک میں وہی فیصلہ کرتا جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ نے کیا تھا۔

جواب نمبر4:

اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق غصب کر لیا تھا تو جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وارث بھی تھے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وارث ہونے کی حیثیت سے اس مال کو لے بھی سکتے تھے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس مال کو نہ لینا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس مال کو چھوڑ دیا تھا اور یہ ان کا حق نہیں بنتا تھا، اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فیصلہ بالکل درست تھا۔

جواب نمبر 5:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جیسی خاتونِ جنت، عابدہ، زاھدہ سے یہ امید کیسے کی جا سکتی ہے کہ وہ ایک ٹکڑا زمین کی وجہ اپنے والد گرامی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمر بھر کے ساتھی، جس نے اپنا تمام مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وقف کر دیا تھا، سے تمام عمر ناراض ہو گئیں ہوں، پھر جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سامنے وہ احادیث بھی ہوں جن میں تین دن سے زائد نہ بولنے پر وعید ارشاد فرمائی گئی ہے۔

جواب نمبر 6:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راضی تھیں، اس پر کئی شواھد موجود ہیں، ذیل میں چند شواھد پیش کیے جاتے ہیں:

1۔ رضامندی کی روایات

2۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرنا۔

3۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سیدہ کی نماز جنازہ پڑھانا

1۔ رضامندی کی روایات:

1۔ عن الشَّعْبِيِّ قَالَ: لَمَّا مَرِضَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَتَاهَا أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَاسْتَأْذَنَ عَلَيْهَا فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَا فَاطِمَةُ هَذَا أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْكِ فَقَالَتْ أَتُحِبُّ أَنْ آذَنَ لَهُ قَالَ نَعَمْ فَأَذِنَتْ لَهُ فَدَخَلَ عَلَيْهَا يَتَرَضَّاهَا وَقَالَ وَاللَّهِ مَا تَرَكْتُ الدَّارَ وَالْمَالَ وَالأَهْلَ وَالْعَشِيرَةَ إِلاَّ لاِبْتِغَاءِ مَرْضَاةِ اللَّهِ وَمَرْضَاةِ رَسُولِهِ وَمَرْضَاتِكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ ثُمَّ تَرَضَّاهَا حَتَّى رَضِيَتْ.

(سنن الکبری بیہقی ج:6 ص:301)

ترجمہ: حضرت شعبی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب حضرت فاطمہ بیمار ہوئیں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ کے پاس آئے۔ انہوں نے اجازت چاہی تو حضرت علی نے کہا ابو بکر دروازہ پر ہیں اگر تم چاہو تو ان کی اجازت دے دو۔ حضرت فاطمہ نے کہا کہ تم (علی) اس کو محبوب رکھتے ہو۔ علی نے فرمایا۔ ہاں پس حضرت ابو بکر داخل ہوئے اور فاطمہ حضرت ابو بکر سے راضی ہو گئیں۔

2۔ حضرت اسماء بنت عمیس کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرنا:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی للہ عنہا کو جناب سیدہ کی خدمت کے لئے مقرر کیا تھا اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے سیدہ کی تیمارداری کی تمام خدمات انجام دی تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وفات کے قریب انہیں غسل دینے، کفن پہنانے اور جنازہ تیار کرنے کی وصیت بھی فرمائی تھی:

عَنْ عَوْنِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْهَاشِمِيِّ عَنْ أُمِّهِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ: أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- أَوْصَتْ أَنْ يُغَسِّلَهَا زَوْجُهَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَغَسَّلَهَا هُوَ وَأَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ.

السنن الکبری للبیہقی، رقم الحدیث: 6906

ترجمہ: حضرت اسماء بنت عمیس رضی للہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی انہیں ان کے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ غسل دیں چنانچہ حضرت علی اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے سیدہ کو غسل دیا۔

3۔ حضرت فاطمہ کی نماز جنازہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ کے حوالے سے طبقات ابنِ سعد میں امام شعبی و امام نخعی رحمہما اللہ سے دو روایتیں مروی ہیں:

1۔ عن الشعبی قال صلی علیها ابوبکر رضی الله تعالیٰ عنه

طبقات ابن سعد ج8 ص19

ترجمہ: امام شعبی رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی۔

2۔عن ابراھیم قال صلی ابوبکر الصدیق علی فاطمۃ بنت رسول اللّٰہ و کبر علیھا اربعاً

طبقات ابن سعد ج8 ص19

ترجمہ: حضرت ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ بنت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھائی اور انہوں نے نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔

فائدہ: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھانے کے حوالے سے تین طرح کی روایات ہیں:

1۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پڑھایا، صلی علیھا علی رضی اللّٰہ عنہ

مسلم ج2 ص91

2۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھایا، صلی علیھا ابوبکر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ

طبقات ابن سعد ج8 ص19

3۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھایا، صلی علیھا العباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ

اکمال ص213

اعتراض: نبی علیہ السلام کی دعا کہ اللہ تعالیٰ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا پیٹ نہ بھرے

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی للہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلانے کے باوجود نہ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بد دعا دی۔ اس حوالے یہ روایت پیش کی جاتی ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ أَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَارَيْتُ خَلْفَ بَابٍ قَالَ فَجَاءَ فَحَطَأَنِي حَطْأَةً وَقَالَ اذْهَبْ وَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ قَالَ: فَجِئْتُ فَقُلْتُ: هُوَ يَأْكُلُ قَالَ: ثُمَّ قَالَ لِيَ اذْهَبْ فَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ قَالَ: فَجِئْتُ فَقُلْتُ :هُوَ يَأْكُلُ فَقَالَ لَا أَشْبَعَ اللهُ بَطْنَهُ.

صحیح مسلم، بَابُ مَنْ لَعَنَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ سَبَّهٗ اَوْ دَعَا عَلَيْهِ وَلَيْسَ هُوَ اَهْلًا لِذٰلِكَ كَانَ لَهٗ زَكَاةً وَاَجْرًا وَرَحْمَةً، رقم الحدیث: 6623

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، میں دروازے کے پیچھے چھپ گیا، کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے دونوں شانوں کے درمیان اپنے ہاتھ سے ہلکی سی ضرب لگائی اور فرمایا: جاؤ، میرے لیے معاویہ کو بلالاؤ۔ میں نے آپ سے آکر عرض کیا: وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ مجھ سے فرمایا: جاؤ، معاویہ کو بلالاؤ۔ میں نے پھر آکر عرض کیا: وہ کھانا کھا رہے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے۔

جواب نمبر 1:

حدیث کے الفاظ پر غور کریں کہ حضرت ابن عباس رضی للہ عنہما نے حضرت معاویہ رضی للہ عنہ سے یہ نہیں کہا کہ آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلا رہے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی للہ عنہما حضرت معاویہ رضی للہ عنہ کو کھانا کھاتے دیکھ کر خاموش سے واپس آگئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں، اس میں حضرت امیر معاویہ رضی للہ عنہ کا کیا قصور ہے؟

جواب نمبر 2:

ایسا کس طرح ہو سکتا ہے کہ جو ذات بابرکات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گالیاں دینے والوں کو، طائف میں پتھر مارنے والوں کو معاف کر دیتے ہوں، بد دعا نہ دیتے ہوں وہ اس موقع پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف کیوں بد دعا فرماتے ہیں جب کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کیا اس میں کوئی غلطی بھی نہیں ہے۔

جواب نمبر 3:

لَا أَشْبَعَ اللهُ بَطْنَهُ کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے، بلکہ یہ عرب کا محاورہ ہے، اہل عرب اس طرح کے الفاظ مثلاً: تیرا پیٹ نہ بھرے، تجھے تیری ماں روئے وغیرہ کلمات غصے کے لیے نہیں بلکہ بطور محبت کے استعمال کرتے رہتے ہیں۔

1۔ شارح بخاری ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک بن بطال القرطبی المعروف ابن بطال رحمہ اللہ (المتوفیٰ:449ھ) فرماتے ہیں:

هِيَ كَلِمَةٌ لَّا يُرَادُ بِهَا الدُّعَاءُ، وَإِنَّمَا تُسْتَعْمَلُ فِي الْمَدْحِ، كَمَا قَالُوا لِلشَّاعِرِ، إِذَا أَجَادَ: قَاتَلَهُ اللهُ، لَقَدْ أَجَادَ.

شرح صحیح البخاری جلد 9 صفحہ:329

ترجمہ: یہ ایسا کلمہ ہے کہ اس سے بد دعا مراد نہیں ہوتی، اسے صرف مدح کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، جیسا کہ جب کوئی شاعر عمدہ شعر کہے تو عرب لوگ کہتے ہیں: قَاتَلَهُ اللهُ (اللہ تعالیٰ اسے مارے)، اس نے عمدہ شعر کہا ہے۔

2۔ علامہ محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (المتوفی:676ھ) اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

إِنَّ مَا وَقَعَ مِنْ سَبِّهِ وَدُعَائِهِ وَنَحْوِهِ لَيْسَ بِمَقْصُودٍ، بَلْ هُوَ مِمَّا جَرَتْ بِهِ عَادَةُ الْعَرَبِ فِي وَصْلِ كَلَامِهَا بِلَا نِيَّةٍ، كَقَوْلِهِ: تَرِبَتْ يَمِيْنُكَ، وعَقْرٰى حَلْقٰى، وَفِي هٰذَا الْحَدِيثِ: لَا كَبِرَتْ سِنُّكِ، وَفِي حَدِيثِ مُعَاوِيَةَ: لَا أَشْبَعَ اللهُ بَطْنَهُ، وَنَحْوِ ذٰلِكَ لَا يَقْصُدُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ حَقِيْقَةَ الدُّعَاءِ.

شرح مسلم للنووی، تحت الحدیث:6623

ترجمہ: بعض احادیث میں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو بد دعا وغیرہ کے الفاظ منقول ہیں، وہ حقیقت میں بد دعا نہیں، بلکہ یہ ان باتوں میں سے ہے جو عرب لوگ بغیر نیت کے دورانِ کلام کہہ دیتے ہیں۔ جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان کہ تَرِبَتْ يَمِيْنُكَ (تیرا داہنا ہاتھ خاک آلود ہو) عَقْرٰى حَلْقٰى (تو بانجھ ہو اور تیرے حلق میں بیماری ہو)، ایک حدیث میں یہ فرمان کہ لَا كَبِرَتْ سِنُّكِ (تیری عمر زیادہ نہ ہو) اور حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان کہ لَا أَشْبَعَ اللهُ بَطْنَهُ (اللہ تعالیٰ ان کا پیٹ نہ بھرے)، یہ ساری باتیں اسی قبیل سے ہیں۔ ایسی باتوں سے اہل عرب بد دعا مراد نہیں لیتے۔

مثال:

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: اجْتَمَعَتْ غُنَيْمَةٌ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا أَبَا ذَرٍّ، ابْدُ فِيهَا، فَبَدَوْتُ إِلَى الرَّبَذَةِ فَكَانَتْ تُصِيبُنِي الْجَنَابَةُ فَأَمْكُثُ الْخَمْسَ وَالسِّتَّ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَبُو ذَرٍّ، فَسَكَتُّ، فَقَالَ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ أَبَا ذَرٍّ لِأُمِّكَ الْوَيْلُ، فَدَعَا لِي بِجَارِيَةٍ سَوْدَاءَ فَجَاءَتْ بِعُسٍّ فِيهِ مَاءٌ فَسَتَرَتْنِي بِثَوْبٍ وَاسْتَتَرْتُ بِالرَّاحِلَةِ وَاغْتَسَلْتُ فَكَأَنِّي أَلْقَيْتُ عَنِّي جَبَلًا، فَقَالَ: الصَّعِيدُ الطَّيِّبُ وَضُوءُ الْمُسْلِمِ وَلَوْ إِلَى عَشْرِ سِنِينَ، فَإِذَا وَجَدْتَ الْمَاءَ فَأَمِسَّهُ جِلْدَكَ فَإِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ.

سنن ابو داؤد، رقم الحدیث:332

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بکریوں کا ریوڑ جمع ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ذر! تم ان بکریوں کو جنگل میں لے جاؤ، چنانچہ میں انہیں ہانک کر ربذہ (ایک جگہ کا نام ہے) کی طرف لے گیا، وہاں مجھے

غسل جنابت کی حاجت ہو جایا کرتی تھی اور میں پانچ پانچ چھ چھ روزیوں ہی رہا کرتا (پانی کے نہ ملنے کی وجہ سے غسل نہیں کر سکتا تھا)، پھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: اے ابوذر! میں خاموش رہا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر تمہاری ماں روئے اے ابوذر! تمہاری ماں کے لیے بربادی ہو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لیے ایک سیاہ رنگ کی لونڈی بلائی، وہ ایک بڑے برتن میں پانی لے کر آئی، اس نے میرے لیے ایک کپڑے کی آڑ کی اور (دوسری طرف سے) میں نے اونٹ کی آڑ کی اور غسل کیا، (غسل کر کے مجھے ایسا لگا) گویا کہ میں نے اپنے اوپر سے کوئی پہاڑ ہٹا دیا ہو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پاک مٹی (تیمم کرنا) مسلمان کا وضو ہے، اگرچہ دس سال تک بھی پانی نہ ملے، جب تمہیں پانی مل جائے تو اس کو اپنے بدن پر بہا لیا کرو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

جواب نمبر 4:

بالفرض اس جملے کو بددعا بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا ہو گی کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس مسلمان کو میں نے بددعا دی ہو تو یہ بددعا اس کے لئے گناہوں سے کفارہ اور رحمت بنا دے، چنانچہ اس پر روایات موجود ہیں، ذیل میں دو روایات ملاحظہ ہوں:

روایت:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ سَبَبْتُهُ، أَوْ لَعَنْتُهُ، أَوْ جَلَدْتُهُ، فَاجْعَلْهَا لَهُ زَكَاةً وَرَحْمَةً. وَفِيْ رِوَايَةٍ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِثْلَهُ، إِلَّا أَنَّ فِيْهِ زَكَاةً وَّأَجْرًا.

صحیح مسلم، رقم الحدیث: 6611

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ میں انسان ہوں۔ جس مسلمان شخص کو بھی میں نے برا بھلا کہا، یا اس پر لعنت کی ہو یا اسے سزا دی ہو (جس کا وہ مستحق نہ تھا) تو اس کو اس شخص کے لئے گناہوں سے کفارہ اور رحمت بنا دے۔ ایک اور روایت میں یہی الفاظ ہیں البتہ زَكَاةً وَّأَجْرًا (اس کے لیے گناہوں سے کفارہ اور اجر بنا دے) کے الفاظ کا اضافہ ہے۔

فائدہ: علامہ محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (المتوفی: 676ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ فَهِمَ مُسْلِمٌ رَحِمَهُ اللهُ مِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ أَنَّ مُعَاوِيَةَ لَمْ يَكُنْ مُسْتَحِقًّا لِلدُّعَاءِ عَلَيْهِ، فَلِهٰذَا أَدْخَلَهُ فِيْ هٰذَا الْبَابِ.

شرح مسلم للنووی تحت رقم الحدیث: 6623

ترجمہ: امام مسلم رحمہ اللہ اس حدیث سے یہی سمجھے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس بددعا کے کبھی بھی مستحق نہیں تھے اسی وجہ سے انہوں نے اس روایت کو اس باب میں ذکر کیا ہے۔ (بَابُ مَنْ لَعَنَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ سَبَّهُ اَوْ دَعَا عَلَيْهِ وَلَيْسَ هُوَ اَهْلًا لِذٰلِكَ كَانَ لَهُ زَكَاةً وَاَجْرًا وَرَحْمَةً. كِتَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ)

جواب نمبر 5:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہادی و مہدی، حفاظتِ عذاب، خلافت اور استحکامِ سلطنت کی جو دعائیں دی ہیں انہیں بھی سامنے رکھنا چاہیے۔ ذیل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دی جانے والی چند دعائیں ملاحظہ ہوں:

1: امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (المتوفی: 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عُمَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهِ.

سنن الترمذی، رقم الحدیث: 3842

ترجمہ: صحابی رسول حضرت عبد الرحمان بن ابی عمیرہ مُزَنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا اسے بھی ہدایت نصیب فرما اور اس کے ذریعے دوسروں کو بھی ہدایت عطا فرما۔

فائدہ: امام ابو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجُرّی البغدادی رحمہ اللہ (المتوفی:360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الْأَعْمَشِ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: قَالَ مُجَاهِدٌ: لَوْ رَأَيْتُمْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قُلْتُمْ: هُوَ الْمَهْدِيُّ.

الشریعۃ لآجُرّی، رقم الحدیث:1953

ترجمہ: حضرت اعمش رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر آپ لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیتے تو ان کے مہدی ہونے کے قائل ہو جاتے۔

فائدہ: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مہدی ہونے کی جو دعا دی تھی آپ اس کی قبولیت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے۔ واقعی وہ مہدی تھے۔

2: امام ابو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجُرّی البغدادی رحمہ اللہ (المتوفی:360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عُمَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو لِمُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِهِ وَاهْدِ بِهِ وَلَا تُعَذِّبْهُ.

الشریعۃ لآجُرّی، رقم الحدیث:1915

ترجمہ: صحابی رسول حضرت عبد الرحمٰن بن ابو عُمیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو دعا دیتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! معاویہ کو ہدایت دینے والا، ہدایت قبول کرنے والا بنا اور اسے ہدایت پر ثابت قدم فرما، ان کے ذریعے سے ہدایت کو عام فرما اور انہیں عذاب سے محفوظ فرما۔

3: امام ابو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجُرّی البغدادی رحمہ اللہ (المتوفی:360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مَسْلَمَةَ بْنِ مُخَلَّدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَمَكِّنْ لَهُ فِي الْبِلَادِ وَقِهِ الْعَذَابَ.

الشریعۃ لآجُرّی، رقم الحدیث:1919

ترجمہ: حضرت مسلمہ بن مُخلّد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اے اللہ معاویہ کو (قرآن وسنت کو) لکھنے کا علم عطا فرما ان کی سلطنت کو مستحکم فرما اور ان کو عذاب سے محفوظ فرما۔